انوارِ لطیف

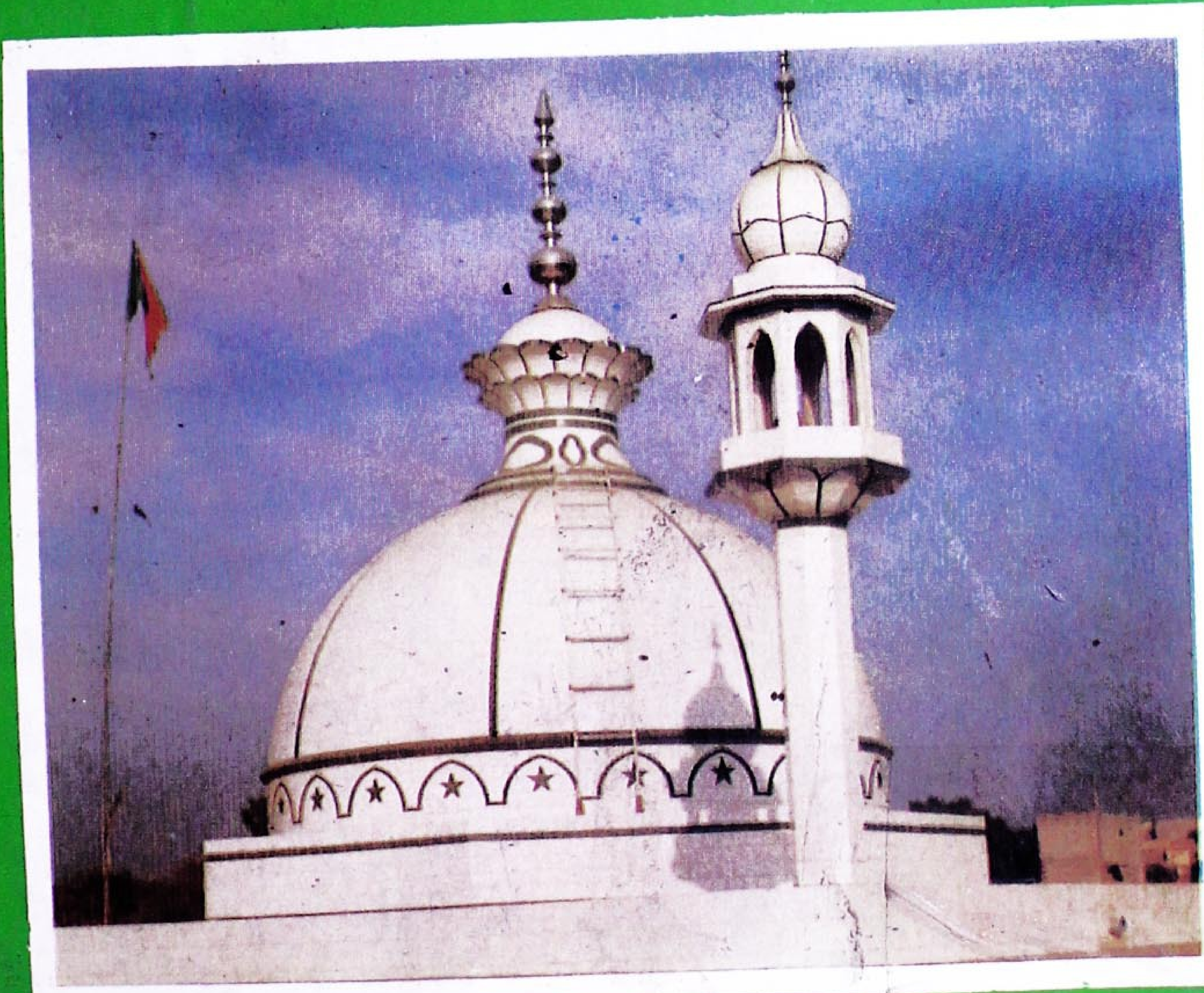

ڈاکٹر جان عالم

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سید امور الحسنؒ کے بصیرت افروز

کلمات حکمت اور علوم و معارف

کا عظیم گراں قدر ذخیرہ

؎ نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

انوار لطیف

تالیف

ڈاکٹر جان عالم عفی عنہ

Marfat.com

طابع : آر-ایم-پرنٹرز' دربار مارکیٹ' لاہور

کمپوزنگ : آزاد کمپوزنگ سنٹر

وحدت روڈ اور چیمبرلین روڈ' لاہور- فون:5835633 - 7248726

Marfat.com

فہرست

حصہ اول

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
تعارف	1	استغفار اور درود شریف	28
انتساب	3	درود شریف پڑھنا	29
عرض مؤلف	5	شریعت اور طریقت	30
وجہ تسمیہ	7	ترک دنیا اور مخالفت نفس	33
حالات زندگی	9	شیخ سے تعلق	35
شاہ لطیفؒ کے ارشادات	13	ادب	36
ایک خواب	15	مذاکرہ	37
حق حق حق	16	حکمت	39
لفظ رحمت کی وضاحت	17	شرط مرید	40
نماز	18	اقسام بیعت	40
ذکر	20	احساس	41
مرید اور مراد	22	تصوف	41
تقدیر اور اس کا مفہوم	23	فیوض و برکات شیخ	41
ہاتھ چومنا	25	اوراد و وظائف	41
نسب اور نسبت	26	نافع محبت	42
فاسق اور محروم	27	حفظ مراتب	42

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
ظن	42
اللہ کا فضل	43
گرفت	43
رحمت خداوندی	44
پیری و مریدی	45
اسمائے الٰہیہ	47
درجات اولیاء	47
کون سی چیز بہتر ہے	48
عبادت کی حقیقت	49
دعا کی اہمیت	49
عرض مؤلف	51
عارف	51
حفاظت اسلام	52
تواضع و توجہ	52
توبہ	52
تلقین ذکر	52
آخری ایام	58
شعر و شاعری سے لگاؤ	62
نعت	63

عنوانات	صفحہ
ناراضگی	53
غذائے جسمانی و روحانی	53
دعا	53
فہم اور تقویٰ	54
اصلاح	54
فیضان نبوت	54
صراط المستقیم	54
فیضان بزرگان	55
کیمیاء گری	55
راہ عشق	55
خشوع	56
ذکر کے درجات	56
اعتدال	57
تصوف	57
تقدیر	57
کفر	58
غزل	64
سلام عقیدت	66

Marfat.com

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

کتاب کے مطالعہ سے اطمینان و تسکین قلب اور تعلق مع اللہ کی دولتیں غیر معلوم طریقہ سے دل میں گھر کرتی جاتی ہیں اور بفضلہ تعالیٰ خاموشی کے ساتھ نہایت آسان طریقہ سے انسان اصلاح نفس کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ جو عمل صالح اور خاتمہ بالخیر کا پیش خیمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ جامع سلمہ' کی اس مخلصانہ خدمت اور کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور ہم اور جملہ ناظرین کرام کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حقیقت یہ ہے کہ ان ملفوظات کی خوبیاں' اوصاف اور فوائد عرض تحریر میں آ ہی نہیں سکتے بلکہ مطالعہ کے بعد خود بخود قلب اور روح پر کیفیات و حالات کی صورت میں منکشف ہوتے ہیں جن کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا جیسے کسی پھل کی لذت اور مزے کو سمجھانے کے لئے الفاظ ناکافی ہوتے ہیں۔ جیسے اگر کوئی چاہے کہ آم کی لذت کو لفظوں میں بیان کرے تو کیا کہے گا؟ آم میٹھا ہے۔ پوچھا جائے کہ شکر کی طرح؟ کہے گا نہیں' بلکہ اس کی شیرینی بہت لطیف ہے۔ پوچھا جائے کہ پھر چینی کی طرح؟ کہے گا یہ بھی نہیں' بلکہ اس میں خاص قسم کی خوشبو ہے۔ پوچھا جائے کہ شہد کی طرح؟ کہے گا یہ بھی نہیں۔ غرض کہنا پڑے گا میاں کھاؤ تو پتہ چلے گا۔ بس اس طرح ان جواہرات کے فوائد اور لطائف کا

Marfat.com

علم مطالعہ کے بعد ہی ہوگا جو بمنزلہ مشاہدہ کے ہے۔ جیسے آم کو دیکھ لیا۔ اس کے بعد ان ارشادات پر عمل کر کے حلاوت اور خیروبرکت نصیب ہوگی جو گویا آم کھانے کے بعد کی حالت کے مترادف ہے کہ اس کی لذت اور حلاوت پوری طرح معلوم ہوگئی اور اب زندگی بھر آم کے عاشق ہوگئے۔ غرض ؎

ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی   اور

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو زداماں گلہ دارد

انشاء اللہ مطالعہ کے بعد ایسا ہی محسوس ہوگا۔

سید برادران

احسن شاہ، مبین شاہ، محمد شاہ

Marfat.com

انتساب

سید محمود شاہ مرحوم میرے دینی بھائی' مربی اور شفیق دوست تھے۔ انہوں نے دادا شیخ شاہ عبداللطیف زنجانیؒ کے منظور نظر ہونے کے ناطے سے سیدی امور الحسنؒ کی روحانی توجہ میں منازل طے کیں۔ مگر رہے خاموش' یہاں تک کہ بھائیوں میں سے کوئی ان کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکا۔ اعلیٰ حضرتؒ کے قرب کی وجہ سے حضرتؒ کے تمام دینی بھائیوں کی نظر میں بھی قابل احترام ہوئے۔

قبلہ شاہ صاحب مرحوم نے مجھے حضرتؒ کے اقوال و تعلیمات رقم کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد ایک دن انہوں نے مجھ سے عجب انداز میں گوشہ تنہائی میں لے جا کر فرمایا۔

> "ڈاکٹر صاحب اگر آپ حضرتؒ کے اقوال و تعلیمات یکجا کر دیں تو کیا خوب ہو' کیونکہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جن بزرگوں سے انسان کو روحانی انتساب اور محبت ہوتی ہے ان کی حکایات' اقوال اور حالات سے خاص انس اور ان کے اعمال اور اقوال کی اتباع کی جانب خاص کشش ہوتی ہے اور یہ اصلاح قلب و تہذیب نفس میں سب سے زیادہ معین ہوتی ہے۔"

ان کے یہ الفاظ میرے دل میں اتر گئے اور میں نے ان تمام کاغذات کو جن پر ارشادات محفوظ کرتا تھا یکجا کرنے کی ٹھانی۔ مگر عنوان ذہن میں نہ تھا اور باوجود کوشش بسیار تجویز بھی نہ کر سکا۔

Marfat.com

شاہ صاحب مرحومؒ کے فرزند ارجمند احسن شاہ صاحب نے ایک دن فی البدیع "انوار لطیف" عنوان تجویز فرمایا۔ جس کی داد کے حقیقت میں وہ مستحق ٹھہرے۔

بالا حقائق کی روشنی میں، میں اپنی اس تالیف کو قبلہ محمود شاہ صاحبؒ سے منسوب کرتا ہوں کہ قارئین کی جانب سے مرحوم ایصال ثواب کے مستحق ہوں۔ قارئین سے میری بھی درخواست ہے کہ وہ اس عاجز کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ (آمین)

جان عالم عفی عنہ

Marfat.com

عرض مؤلف

"انوار لطیف" ملفوظات سیدی امور الحسن" کسی خاص ترتیب کے تحت نہیں لکھے گئے۔ آپ نے جب جو کچھ ارشاد فرمایا' کاغذ پر رقم کرلیا۔ اس لئے ان کی ترتیب میں کوئی التفات نہیں برتا گیا۔ ترتیب اور تنظیم کی افادیت سے کوئی انکار نہیں اور نہ ہی میں اس کا منکر ہوں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض اوقات سادگی میں جو بات ہوتی ہے وہ تکلف میں نہیں ہوتی۔ سادگی لوٹ لیتی ہے اور بے ساختہ پن مار ڈالتا ہے۔

قدرت کے مظاہر' دریاؤں' پہاڑوں اور صحراؤں کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان میں کوئی تکلف اور تصنع نہیں۔ سادگی ہی ان کا حسن کہلاتی ہے اور بے ساختگی ہی نے انہیں متنوع اور دل پذیر بنا دیا ہے۔

دریا کی موجیں اگر الٹی سیدھی نہ ہوتیں تو شاید اتنی حسین نظر نہ آتیں۔ نشیب و فراز ہی نے پہاڑوں کو عظمت بخشی ہے۔ بلندی اور پستیاں ہی ان کے جلال و جبروت کی آئینہ دار ہیں۔ صحراؤں کی معصومیت ہی ان کی دلکشی کی غمازی کہلاتی ہے۔ ستارے لاکھ حسین و دل آویز سہی لیکن اگر یہ بکھرے ہوئے نہ ہوتے اور ان کو کسی خاص قرینے سے سجایا جاتا تو منزل شب کے ان مسافروں کے خرام کا وہ حسن ظاہر نہ ہوتا جو فطرت کو پیش نظر تھا اور جسے قدرت انہیں بکھیر کر ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ خود انسان کی اپنی فطرت کا یہ عالم ہے کہ اسے کسی حال میں قرار نہیں۔ احوال و تغیرات ہمیں نت نئی کیفیتوں سے آشنا کرتے ہیں۔ مثلاً شادی و غم' رنج و راحت' کیف و بے کیفی اور اس قسم کی دوسری کیفیتیں ہماری اثر پذیری کا نتیجہ ہیں

Marfat.com

اور انہی سے حیات کا دامن رنگین نظر آتا ہے۔

میری یہ تالیف میرے شیخ عارف باللہ محبوب خدا سید امور الحسن" صوفی رہنما کے ارشادات کا مجموعہ ہیں۔ جو میرے دینی بھائیوں کی رہنمائی کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوں گے۔

"وما توفیقی الا باللہ"

جان عالم

Marfat.com

"وجہ تسمیہ"

1947ء کے اوائل میں اس گنہگار نے ہشت بہشت کو زیر مطالعہ رکھا تھا۔ حضرت نظام الدین بدایونی محبوب الٰہی نے اپنی ملفوظات "فوائد الفواد" کی ایک مجلس میں تحریر فرمایا۔

"دولت قدم بوسی نصیب ہوئی۔ اس روز یہ خاکسار بند اوراق مسودہ کتاب اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔ وقت صالح اور خلوت با راحت پاکر گردن جھکا کر عرض کیا مجھے کچھ التماس کرنا ہے۔ آپ (حضرت گنج شکرؒ) نے فرمایا۔ پھر کون مانع ہے۔ شوق دل سے جو عرض کرنا ہے کرو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے شرف غلامان حضرت خواجہ میں منسلک ہوئے ایک سال سے زیادہ عرصہ گزرا اور جب بھی مجلس شریف حضوری میسر ہوئی ہر کلمہ جو زبان گوہر بار اں مخدوم سے مشتمل بر وعظ و نصیحت وغیرہ سنا اس کو لکھ لیا کہ دلیل رہروی اس شکستہ پا کی ہو کیونکہ میں نے اکثر حضور کی زبانی فیض ترجمان سے سنا ہے کہ مرید کو چاہئے کہ کتب حالات و ملفوظات مشائخ ہمیشہ زیر رکھے۔"

اس دن کے بعد یہ عاجز بھی جب کسی بزرگ کی مجلس سے کچھ سنتا' ضبط تحریر کر لیتا۔ جب سے یہ ناچیز سیدنا امور الحسنؒ کی غلامی میں آیا جو بھی زبان گوہر باب سے سنا' کسی نہ کسی کاغذ پر تحریر کرتا رہا۔ جب حضرتؒ سے اس کا ذکر کیا تو آپؒ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔

اس کے بعد جو کچھ بھی مکالمہ کی شکل میں یا مقالہ کی صورت میں عطا فرمایا اس کو محفوظ

Marfat.com

کرلیا۔ کئی بار تو ایسا ہوا کہ آپ نے کسی کتاب کی طرف توجہ دلائی کہ اس کو پڑھیں اور پھر ہر باب کے اختتام کے بعد دریافت فرمالیتے!اور اس کے مرکزی نقطہ پر بھی روشنی ڈال دیتے۔

کبھی یوں بھی ہوتا کہ مجلس میں آپ ایسے ایسے رموز بیان فرمادیتے کہ بروقت ادراک کی رسائی نہ ہوتی۔ بہرکیف بصیرت کے تحت موقع محل پر اس کی وضاحت بھی خود ہی فرما دیتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بندہ کسی چیز کی وضاحت کے لئے خود ہی سوال بن جاتا تو آپؒ اس کی اچھی طرح تشریح فرماتے اور وہ میرے لئے قیمتی خزانہ ہوتا۔

وصال کے بعد قبلہ محمود شاہ صاحب کے فرمان پر میں نے اقوال و رموز و مکالمات کو یکجا کیا۔ ان تمام کو یکجا کرنے کا مقصد تبلیغ نہیں۔ یہ تمام کچھ صرف اور صرف اس لئے کیا کہ جب چاہوں شیخ سے مجلس کرلوں۔ ان تمام کو سمیٹنے میں دو تین سال تو ہچکچاہٹ محسوس کی اور بار بار قلم اٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس کا باقاعدہ آغاز آج مورخہ 22 ذوالحج 1412ھ بمطابق 24 جون 1992ء کرنے کا تہیہ کیا۔ انجام عالم الغیب کو معلوم ہے۔

Marfat.com

حالات زندگی

سید امور الحسنؒ کے حالات زندگی معلوم کرنے کی بہت کوشش کی' کوئی بھی اس کار میں کار آمد ثابت نہ ہو سکی۔ ایک دن خود ہی عرض گزاری تو آپ نے خاموشی اختیار کی۔ اتنا ضرور فرمایا کہ میرے حضرت کے حالات کب قلمبند ہوئے ہیں جو میں لکھوا دوں۔ اتنا جانتا تھا کہ آپؒ سہارنپور صوبہ یوپی کی سرزمین سے ہیں۔ یہ وہ مٹی ہے جو بہت بڑے علماء اور اولیاء کرام کی مسکن رہی۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کو بھی اسی سرزمین نے جنم دیا۔ دنیا کی سب سے بڑی دینی درسگاہ (خاص کر شعبہ حدیث) بھی اسی ضلع میں ہے۔ دوسری درسگاہ مظاہر علوم جس کا سنگ بنیاد علامہ انور کاشمیریؒ نے رکھا' کے لئے سہارن پور کی زمین ہی کو منتخب کیا۔

اسی سرزمین نے ایک ایسی شخصیت کو جنم دیا جو عارف باللہ محبوب خدا کے لقب سے ملقب ہوئی اور وہ سید ایزد الحسن کے گھرانہ کا چشم و چراغ تھی جن کی پرورش بڑے ناز و ادا سے کی گئی۔ جن کی خدمت میں رئیسی ٹانگہ اور کلیان گھوڑے ہر وقت تیار رہتے اور اہل خانہ اپنے اس نونہال پر ہر دم اپنی جان نچھاور کرتے۔ یہ تھے سید امور الحسنؒ

اپنے آخری سفر سے دو ماہ قبل آپ نے اپنی زندگی کے واقعات اس طرح بیان فرمائے۔

"میں ابھی لڑکپن ہی میں تھا کہ مجھے ایک بیماری نے آلیا۔ والدین نے سہارن پور کے نامور اطبا سے علاج کروایا۔ پھر دہلی کے اونچے حکماء

Marfat.com

کے زیر علاج رہے۔ آخر تمام اطباء اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ مرض لاعلاج ہے اور مریض چند ایام کا مہمان' لہٰذا اس کی ہر خواہش پوری کر دی جائے۔

والدین امید کھو بیٹھے اور اس دن کا انتظار کرنے لگے کہ کب یہ چراغ اجل کی ہوا سے بجھتا ہے۔ میرے سامنے والدین آنسو تک نہ بہاتے تھے مگر دل میں ہر وقت روتے تھے۔ میری والدہ ہر وقت اپنی نظر میرے چہرے پر جمائے رکھتی تھیں۔ ایک دن میں نے بھابھی (میں اپنی والدہ کو بھابی کہہ کر پکارتا تھا) کو کہا کہ کوفتے کھانے کو طبیعت چاہتی ہے۔ والدہ گھبرا گئیں کہ اگر خدانخواستہ معاملہ گڑبڑ ہو گیا تو تمام زندگی طعنے برداشت کرنے پڑیں گے۔ دوسری طرف بچے کی خواہش کو بھی نظرانداز کرنا نہ چاہتی تھی۔ آخر وہ ہمسایہ کے گھر گئیں اور وہاں جا کر میری من پسند چیز (کوفتے) تیار کر کے لائیں اور کمرہ بند کر کے میرے سامنے رکھ دیئے۔

پھر کیا تھا میری خواہش پوری ہوئی اور میں تمام کے تمام چٹ کر گیا۔ اور بھابھی بغلی کمرے میں سر جھکا کر بیٹھ گئیں۔ کچھ دیر بعد میری طبیعت میں ہیجان پیدا ہوا اور میں نے پانی کی خواہش کا اظہار کیا۔ پانی لے کر والدہ دوبارہ کمرے میں آئیں ان کو شگفتگی کے آثار میرے چہرے پر نظر آئے۔ میں بھی افاقہ محسوس کر رہا تھا اور شام تک میں کافی آرام محسوس کرنے لگا تھا۔ چند دنوں بعد میں کھیل رہا تھا اور خوراک کے لیے اپنی من پسند چیز کا اظہار کر دیا کرتا تھا۔ خوراک میں بھی اضافہ ہو رہا تھا اور صحت میں بھی۔ ہفتہ عشرہ کے بعد غسل صحت کروایا گیا اور تعلیم کا پھر سے سلسلہ جاری ہو گیا۔

Marfat.com

میں ٹینس کا بہت شوقین تھا اور کبھی کبھی روڑکی (سہارنپور میں ایک قصبہ کا نام جہاں سے مخدوم پاک ؒ کو سواری ہر وقت مل جاتی تھی) میچ کھیلنے کے لیے اپنے ٹانگہ پر جایا کرتا تھا۔ ایک دن میچ کھیلنے جا رہا تھا کہ میرے ایک ہمسایہ نے کہا۔ صاحبزادے کہاں کا ارادہ ہے۔ "روڑکی کا" میں نے جواب دیا۔ وہ کہنے لگے' ہمارے ایک بزرگ ہیں ان کو اپنے ساتھ لیتے جائیں' میں نے کہہ دیا بٹھا دو ٹانگہ میں۔

وہ بزرگ راستہ میں تمام وقت مجھ سے گفتگو میں مصروف رہے۔ انہوں نے مخدوم پاک ؒ جانا تھا کیونکہ ان دنوں عرس کا اہتمام ہو رہا تھا۔ جب روڑکی پہنچے تو اترتے وقت انہوں نے فرمایا۔ "کیا کبھی میرٹھ بھی گئے ہو۔" میں نے کہا "کبھی میچ کھیلنے جانا پڑتا ہے۔" "کبھی اتفاق ہو تو اس پتہ پر آنا۔ میں وہیں رہتا ہوں' حسب توفیق خدمت کروں گا۔"

چند ماہ بعد ایک میچ کھیلنے میرٹھ جانے کا اتفاق ہوا۔ واپسی پر خیال آیا کہ چلو اس درویش کو بھی مل لیں۔ انہوں نے کھانے کا اہتمام کیا' بعد طعام میں واپس گھر آگیا۔ مگر محسوس ہو رہا تھا کہ جسم کا کوئی حصہ میرٹھ چھوڑ آیا ہوں۔

کسی اور موقع پر بزرگ نے پوچھا' صاحبزادے کس طرح کھیلتے ہو میچ۔ میں نے چھکا (Racket) پکڑ کر کہا جب گیند آتا ہے تو "ہت ترے کی کہہ کر زور سے چھکا مارتا ہوں اور اسی طرح پوائنٹ بڑھا لیتا ہوں اور بس میچ جیت لیتا ہوں۔" وہ بہت مسکرائے اور واپسی کی اجازت بھی دے دی۔

اسی طرح ملاقات ہوتی رہی اور محبت بڑھتی گئی۔ اور ہم ان

Marfat.com

بزرگ (شاہ لطیف صاحب) کی غلامی میں آ گئے۔

جب حضرت یہ واقعات بیان فرما رہے تھے تو اس وقت حافظ غلام علی شاہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے مجھے فرمایا "اس کو یادداشت بنا لینا اچھی ہوتی ہے۔" ہم نے اس کو محفوظ کر لیا اور اب وہ اپنی اصل جگہ پر آویزاں ہے۔

Marfat.com

"شاہ لطیفؒ کے ارشادات"

شاہ لطیفؒ ایک دفعہ اپنے کمرے میں آرام فرما رہے تھے۔ (میں اور میرا دینی بھائی حافظ اللہ دتہ صاحب) پاؤں دبانے میں مشغول (یہ واقعہ آؤٹ فال خانقاہ کا ہے) تھے۔ حضرتؒ کبھی کوئی بات فرما دیتے کبھی کوئی اور کبھی بالکل خاموش ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نیند نے آلیا۔ ہم نے بھی ہاتھ اٹھالیے تو آپ فوراً چاک و چوبند ہو گئے اور فرمایا۔

"ڈاکٹر ایک واقعہ سناؤں۔ ہم دونوں گوش بر آواز ہو گئے۔ فرمانے لگے کہ میں نے ترے پیر کو کئی دن نہ دیکھا' میں پریشان تھا کہ گیا تو کہاں۔ مجھے دوسرے دن اطلاع ملی کہ کسی نے انہیں مخدوم پاک جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر کیا تھا میں نے ٹانگہ لے کر کلیر شریف کا رخ کیا۔ دیکھا تو صاحبزادے شیروں کے اوپر بیٹھے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔ (کلیر شریف سے جو نہر روڑکی کی طرف آتی ہے وہ ایک جگہ دریا کے اوپر سے گزرتی ہے' وہاں نہر کے دونوں جانب شیر بنے ہوئے ہیں) بس پھر کیا تھا میں نے پکڑ لیا اور گھر لا کر اس کو ایک کرسی پر باندھ دیا اور کرسی کو اوپر کھینچ دیا۔ اور پٹائی شروع کر دی میں یہی کہتا کہ بلا اپنے حمائتی کو۔ یہ کہتا میرے حمائتی آپ ہی تو ہیں۔

جب میں مار کر تھک گیا تو اس کو کرسی سے نیچے اتارا۔ یہ ایک کونے میں بیٹھ گیا اور میں دوسری جانب۔ دونوں کی آنکھ لگ گئی۔

Marfat.com

میری پیٹنے کی تھکاوٹ کی وجہ سے اور اس کے پٹنے کی وجہ سے۔
تھوڑی دیر بعد کمرہ خوشبو سے معطر ہو گیا۔ میری آنکھ کھلی یہ بھی جاگ پڑا۔ چند لمحات کے بعد سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم جسد مبارک میں تشریف لے آئے اور کرسی پر متمکن ہوئے اور ہم دونوں کافی دیر تک ان کی زیارت سے مستفید ہوئے پھر آپ تشریف لے گئے۔

میں نے کہا امو جانتے ہو یہ کون تھے' یہ خاموش رہا۔ جب میں نے اس کو بتایا کہ یہ جناب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو یہ اتنا رویا کہ میں پریشان ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے اس کو کبھی کچھ نہ کہا۔ البتہ زبانی طور پر سب کچھ کہہ دیا کرتا تھا۔"

"اعلیٰ حضرت" سے اس واقعہ کے سننے کے بعد مجھے وہ وقت یاد آیا جب میں نے حضرت" سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضور میری دلی خواہش ہے کہ کسی اصحابیؓ کی زیارت ہو جائے۔ آپ" نے توقف فرمایا اور پھر کہا۔

"مجھے دیکھ لو۔"

اس دن کے بعد جب بھی میں حضرت" کے پاس جاتا تو یہی تصور ہوتا۔
اللہ میرے حضرت" کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

"ایک خواب"

خانقاہ آوٹ فال میں حضرتؒ تشریف فرماتے' کمرے میں چائے کا دور تھا کہ حضرت کے دینی بھائی ارشاد صاحب (موصوف اومنی بس کے اہلکار ہیں) تشریف لائے۔ وقت فارغ پا کر کہنے لگے۔ بھائی جی مجھے ایک خواب آئی ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ حضرت نے اجازت دے دی۔ کہنے لگے گزشتہ رات خواب میں' میں حضور سید الکائناتؐ کی مجلس میں ہوں۔ آپ بھی وہاں موجود ہیں۔ حضورؐ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

تم تو سورۃ توبہ کی آخری دو آیات پڑھنے کا اہتمام کرتے ہی ہو۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم سے رب العرش العظیم○ تک

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

حضرتؒ نے میری طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ ارشاد فرمایا۔ اس وقت سے نادم تحریر ہر فرض نماز کے بعد ان آیات کا تین بار پڑھنا میں نے اپنا شعار بنالیا ہے۔ اس میں کیا راز ہے ابھی تک مجھ پر آشکارا نہیں ہوا۔ البتہ جو تسکین میسر ہوئی ہے وہ زیر قلم نہیں آسکتی۔

Marfat.com

"حق حق" کے سیاق و سباق

سوال: ہم اکثر فرض نماز کے بعد حق حق حق کہتے ہیں مگر اس کی وجہ تسمیہ سے بے خبر ہیں۔ اگر وضاحت ہو جائے تو رہنمائی میسر آئے؟

جواب: اچھی طرح سمجھ لو کہ جب وہ علامت تعریف کے ساتھ اپنی ذات کو "الحق" کہتا ہے اس سے مطلوب یہی حقیقت ہے کہ اس کی ہستی سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں جو ثابت اور اٹل ہو سکتی ہے۔ اس لئے وہ اکثر حالتوں میں "الحق" کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے اور اس سے زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتا۔ کیونکہ فطرت کائنات کا یہ قانون ہے کہ وہ حق و باطل کی نزع میں "حق" ہی کو باقی رکھتا ہے۔ اس لئے کسی بات کے امر حق ہونے میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ وہ "حق" ہے یعنی باقی، قائم رہنے والی حقیقت۔

بعد نماز ہم اہل سلسلہ اس کو تین بار پکارتے ہیں۔ یہ تقلید حضرت احمد عبدالحق ردولوی" سے شروع ہوئی کہ وہ اکثر اور بیشتر حق حق کا نعرہ بلند فرماتے رہتے تھے۔

Marfat.com

لفظ رحمت کی وضاحت

سوال: یوں تو اس کی رحمت ہر خاص و عام پر ہے مسلم اور غیر مسلم پر بھی۔ اگر رحمت کی وضاحت ہو جائے تو تشنہ لبی نہ رہے گی۔

جواب: قرآن میں وہ تمام مقامات جمع کر لئے جاویں جہاں رحمت کا ذکر ہے تو تین سو سے زائد ہوں گے اور اگر وہ تمام مقامات بھی شامل کر لئے جاویں جہاں اگرچہ لفظ رحمت کا استعمال نہیں ہوا لیکن ان کا تعلق رحمت سے ہے مثلاً ربوبیت، مغفرت، کرم، حلم، عفو وغیرہ تو پھر اس کی تعداد اس حد تک پہنچ جاتی ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ قرآن اول سے آخر تک اس کے سوا کچھ نہیں بلکہ رحمت الٰہی کا پیغام ہے۔

اگر اس پر فکر کیا جائے تو اس کائنات کو رحمت الٰہی نے گھیرا ہوا ہے اس لئے ہمیشہ اس کی رحمت پر مخلوق کی نظریں مرکوز رہنی چاہئیں اس لئے کہ مخلوق کی زندگی کا یہی ملجا و ماویٰ ہے۔

Marfat.com

نماز

سوال: نماز بے حیائی سے بچاتی اور برائی سے روکتی ہے۔ مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ لوگ جو نماز کے پابند ہوتے ہیں پھر ان کے اعمال میں گراوٹ کیا معنی رکھتی ہے؟

جواب: نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنوں میں ہو سکتا ہے ایک بطریق تسبب یعنی اللہ تعالیٰ نے نماز میں خاصیت اور تاثیر رکھی ہو جو نمازی کو برائیوں اور گناہوں سے روک دے۔ جیسے کسی دواء کا استعمال کرنا بیماری وغیرہ کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ضروری نہیں کہ دوائی کی ایک خوراک سے مکمل فائدہ ہو بعض امراض میں دوائی کو کافی عرصہ استعمال کرنا پڑتا ہے پھر کہیں جا کر مرض سے چھٹکارا ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو دوائی کی خاصیت کے منافی ہو۔ بے شک نماز میں ایک قوی تاثیر ہے جو نمازی کو روحانی بیماریوں کے روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ بشرطیکہ ٹھیک مقدار میں احتیاط اور بدرقہ کے ساتھ ہو اور جو اطباء روحانی نے تجویز کیا ہو خاصی مدت تک اس میں مواظبت کی جائے۔ اس کے بعد مریض خود محسوس کرے گا کہ نماز اس کو کس طرح برائیوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ برائیوں سے روکنا بطور اقتضاء ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی، فرمانبرداری، خضوع اور تذلل اور حق تعالیٰ کی ربوبیت اور حکومت اور شہنشاہی کا اظہار اور اقرار کرکے آیا ہے۔ مسجد سے باہر آکر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہ

Marfat.com

مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو۔ گویا نماز کی ہر ایک ادا مصلی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او بندگی اور غلامی کا دعوئی کرنے والے۔ بندوں اور غلاموں کی طرح رہ! اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی' شرارت اور سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اسے روکتی اور منع کرتی ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ خود روکتا اور منع فرماتا ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ایتای ذی القربیٰ و ینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی ○

(سورہ نحل رکوع 13)

بس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے سے نہیں رکتے۔ نماز کے روکنے سے بھی ان کا نہ رکنا محل تعجب نہیں۔ مگر یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی حد درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غافل نہ ہونا۔ نماز میں سب سے بڑی چیز خدا کی یاد ہے اور وہ بھی خلوص کے ساتھ۔ جتنا نمازی اپنے دل سے حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کے ساتھ موافق رہے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا اور اسی قدر اس کی نماز برائیوں کو چھڑانے میں موثر ہوگی۔ ان حقائق کی روشنی میں ہر شخص اپنا محاسبہ خود کرلے۔

Marfat.com

"ذکر"

سوال: قرآن الحکیم میں ذکر کے متعلق 164 سے بھی زائد اور 40 سے زائد احادیث نبویؐ اس پر وارد ہیں اور حافظ ابن قیم جو ایک مشہور محدث ہیں انہوں نے تو 100 سے زائد فوائد تحریر فرمائے ہیں۔ ان تمام کی روشنی میں ذکر کی مزید اہمیت میسر آجائے تو خوب ہو؟

جواب: ذکر تو اللہ کی یاد ہی کو کہتے ہیں۔ جو آپ اجتماعی طور پر کرتے ہو' وہ تربیت ہے۔ تا کہ زبان اس سے تر رہے۔ اس پر خلوص کی قید نہیں۔ اسی طرح ذکر رسولؐ کے لئے بھی شروع میں خلوص کا منتظر نہیں ہونا چاہئے۔ جس طرح ہو اور جس قدر ہو سکے کرنا چاہئے یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ہمارا منہ کہاں کہ ذکر رسولؐ کر سکیں۔ اس خیال نے بہت آدمیوں کو روک رکھا ہے۔

اسلام ظاہر ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اور نہ ہی کوئی طاعت۔ تمام عبادات کا رتبہ اس سے کم ہے۔ تم حالت ناپاکی میں کلمہ پڑھ سکتے ہو اس لئے کہ زبان پاک ہے تو ذکر بھی ہر وقت کرنا درست ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ہم گناہ گار' ہمارا منہ خدا کی یاد کے قابل کہاں؟ مگر شریعت یہ کہتی ہے کہ قابل ہو یا نہ ہو کام کرنا چاہئے۔ حق تعالیٰ قبول فرمانے والے ہیں۔ اس میں ایک راز مضمر ہے وہ یہ کہ اگر کوئی بدوں طہارت۔ غیر ماسوا کے۔ اطاعت نہ کرے۔ جب بھی ذکر کرے یا کوئی اطاعت کرے گا تو خود کو پاک و طاہر اور اس کے قابل سمجھے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت حقوق کے اعتبار سے کوئی بھی اس قابل اور طاہر نہیں ہو سکتا۔ اس طرح جب بھی

Marfat.com

ہم کوئی طاعت کریں گے وہ ناقص ہی ہوگی۔ تو جو اس انتظار میں ہیں کہ جب ذکر کے قابل ہوں گے، کریں گے تو وہ خدا کی عظمت کی نسبت ناقص ہی رہے گی۔ کبھی بھی اس کے قابل نہ ہو سکیں گے۔ اہل تربیت فرماتے ہیں کہ خود کو ریاکار سمجھ کر کام شروع کردو۔ یہی ریا بعد کی عبادت بن جائے گی۔ وہ عجب دربار ہے خود کو ناقص جانتے ہوئے عبادت کرنے سے بھی تکمیل ہو جاتی ہے اور رحمت حق تو بہت وسیع ہے ایک استحاضہ عورت جس کو ہر وقت خون جاری رہتا ہے شریعت اس کو حکم دیتی ہے کہ تو ایسی حالت میں نماز پڑھ اور حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو قبول فرمائیں گے۔ بندہ وہی بہتر ہے کہ اپنی کوتاہی کا عذر دربار خداوندی میں لائے ورنہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کی عظمت کے لائق کوئی طاعت بجالائے۔

اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ یہ وہ چیز ہے جسے نماز اور جہاد وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہو تو عبادت کیا۔ ایک جسد بے روح اور لفظ بے معنی ہے۔

حضرت ابودرداؓ وغیرہ کی احادیث کو دیکھ کر علماء نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اصل فضیلت اسی کو ہے۔ یوں عارضی اور وقتی طور پر کوئی عمل ذکر الٰہی سے سبقت لے جائے وہ دوسری بات ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایسے عمل میں فضیلت بھی ذکر ہی کی وجہ سے آئی بہرحال ذکر اللہ تمام اعمال سے افضل ہے اور جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہوگا۔

قرآن و حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یاد کرتا ہے۔ ذکر بڑی چیز ہے اس کی انتہائی قدر کرنی چاہیے۔ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا کہ اسلام کے احکام بہت ہیں، مجھے کوئی ایک جامع و مانع چیز بتا دیجئے۔ فرمایا، تری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر ہونی چاہیے۔ "لذکر اللہ اکبر" سمجھے!

Marfat.com

مرید اور مراد

سوال: مرید اور مراد میں کیا فرق ہے؟

جواب: مرید وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے لئے وہی بات چاہے جس کو اللہ اس کے لئے چاہے اور مراد وہ شخص ہے کہ دونوں جہاں میں حق سے حق تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو نہ چاہے۔ بس وہ اپنے ارادے سے "ارادہ حق پر" راضی ہوجائے تا کہ وہ مراد ہو اور عاشق الٰہی کا اپنا ارادہ ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ حق تعالیٰ کی مراد ہے۔ اس لئے جو شخص حق تعالیٰ کو چاہتا ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں چاہے گا مگر جو خدا چاہے گا۔ اور ارادہ الٰہی پر راضی ہونا' طالب حق کے مقامات کی ابتدا ہے۔ جب ایسا ہو تو مرید کا قیام اپنی ذات سے اور مراد کا حق تعالیٰ سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

تقدیر اور اس کا مفہوم

سوال: جب تمام کام قسمت اور تقدیر پر موقوف ہیں تو آزاد لوگ کرامت کی امید پر کیوں اپنے آپ کو پیروں کا غلام بنالیتے ہیں؟

جواب: فرمایا' جان لو کہ ہر حکم کا ایک سبب ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی عام بچے کو تخت و تاراج کا مالک بنادے تو پہلے اس کو توبہ کی توفیق بخشتا ہے اور اپنے کسی دوست کی خدمت میں بھیج دیتا ہے تاکہ اس کی یہ خدمت نجات کا سبب بن جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے اولیاء کو ان لوگوں کے درمیان جو اہل زمانہ کی دین سے غفلت اور سستی اور ان کی آفتوں کا نتیجہ ہیں' پوشیدہ رکھا ہے اور ان لوگوں کو اولیاء سے دور کررکھا ہے۔

جہاں تک تقدیر کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

مومن صرف احکام الٰہی کا ہے پابند

مگر اب تو معاملہ بہت آگے گزر گیا ہے۔ لوگ تقدیر کو بالائے طاق رکھ کر بزرگوں سے مرادیں مانگنے پر اتر آئے ہیں اور اللہ عزوجل کی بجائے غیر اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے نام پر مجھے دے یا فلاں ولی کا واسطہ مجھے روٹی کھلا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ جب اہل دیوان (اولیاء اللہ) نے اللہ کے ساتھ بے تعلقی رکھنے والوں کی اور دل میں ظلمت قویہ رکھنے والوں کی تعداد میں کثرت دیکھی کہ ان کی ذات خبیث اور گندی بن گئی اور اہل دیوان کا دل چاہا کہ ہمارے خالق جل جلالہ کا وہی نام لے جو پاک اور صاف ہو تو ان لوگوں کے قلوب کو

Marfat.com

غیراللہ کے ساتھ (یعنی بزرگوں کے ساتھ) مربوط کردیا۔ اس میں بھی ایک راز ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے جو دعا مانگتے وقت اپنے قلب اور باطن سے بالکل اپنے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔

قبولیت دعا کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جو دعا مانگ رہا ہو اللہ اس کو وہ شے عطا کر دے یا عطا نہ فرمائے مگر عطا نہ فرمانے کے راز سے اس کو مطلع فرما دے۔ یہ مقام اولیاء اللہ کا ہے نہ کہ اہل حجاب کا۔

اس حالت میں ظلمت قویہ رکھنے والوں کے دلوں میں طرح طرح کے شک اور غلط وسوسے لاحق ہو جائیں گے (کہ عیاذ باللہ کوئی وجود ہوتا تو ضرور اس کی گریہ وزاری پر ترس کھاتا) اس حالت میں اس سے ایمان ․ ․ ن گیا۔ بدیں وجہ اہل دیوان نے عوام الناس کی عقول کو نیک بندوں کے ساتھ وابستہ کردیا کہ مراد پوری نہ ہونے پر ان کے دل میں وسواس بھی آجاویں تو اولیاء اللہ کی ولایت کے متعلق ہی آئیں گے کہ اگر سچے ہوتے تو مراد بر لاتے۔ اس سے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا کیونکہ ولایت سے انکار کفر نہیں اور ذات سے انکار کفر ہے۔

Marfat.com

ہاتھ چومنا

سوال: طالب مطلوب کا ہاتھ چومتا ہے مگر آزاد لوگ اس کو اچھا سمجھتے ہیں نہ شریعت کے مطابق مگر شیخ مرید کو ایسا کرنے سے منع نہیں فرماتا' کیوں؟

جواب: فرمایا شیخ اور بزرگوں کا ہاتھ جو لوگ چومتے ہیں وہ محض دنیا اور اہل دین کی بھلائی کے لئے اور واسطے برکت کے ہوتا ہے۔

فرمایا آثار اولیاء میں' میں نے لکھا دیکھا ہے۔ ایک بزرگ نے قسم کھا کر فرمایا جو شخص دنیا میں کسی بزرگ یا شیخ کا ہاتھ محبت اور خلوص سے چومے گا وہ یقینی بخشا جائے گا۔

فوائد الفوائد میں ہے کہ خلق اللہ ازراہ حسن اعتقاد مشائخ کا ہاتھ چومتی ہے اور ان سے برکت طلب کرتی ہے۔ آپ نے (حضرت نظام الدین بدایونیؒ) نے فرمایا کہ درویش اپنا ہاتھ کا بوسہ اس نیت سے لینے دیتے ہیں کہ ایک مغفور شخص کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ سے مل جائے۔

Marfat.com

نسب اور نسبت

فرمایا اخوت دو قسم کی ہوتی ہے ایک اخوت نسبی اور دوئم اخوت نسبتی (دینی) دونوں میں اخوت دینی (نسبتی) کو شرف ہے۔ کیونکہ اخوت نسبی کا حال بدل جاتا ہے (بمقتضائے حال) اور اخوت دینی ہر حال میں کامل رہتی ہے۔

مثال اس کی یوں ہے کہ دو سگے بھائی ایک مومن اور دوسرا کافر ہو۔ میراث مسلمان بھائی کی کافر کو نہ پہنچے گی پس یہ اخوت ضعیف ہوئی اور اخوت دینی کامل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اخوت جو درمیان دو بھائیوں کے ہوتی ہے' اس میں خلل نہیں۔ قیامت بلکہ ابدالاباد تک برقرار رہے گی۔

Marfat.com

فاسق اور محروم

سوال: فاسق اور محروم میں فرق کی وضاحت فرمادیں؟

جواب: فاسق وہ لوگ ہیں جو عبادت کرتے ہیں مگر عبادت و اطاعت کا صدور بغیر نیت اور مقصد کے۔ محض عادت کی بنا پر ہوتا ہے۔ کوئی غرض اچھی یا بری اس کا محرک نہیں بنتی یہ عبادت خدا کے لئے ہے نہ غیراللہ کے لئے۔

محروم وہ لوگ ہیں جن کے اعمال اپنے ذاتی نفع اور اغراض نفس کی خاطر ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے واسطے نہیں۔ ایسے اعمال سے بجائے قرب کے بعد حق تعالیٰ بڑھتا ہے اس طرح وہ ذات عبد کی حقیقت کے خلاف ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ذات عبد حق تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ اس کی مملوک اور ہر جہت سے اس کی طرف منسوب۔ کسی دوسرے کی طرف اس کا انساب کسی حقیقت سے نہیں۔

آیات قرآنی اور حدیث کے مضامین ہمارے خلاف ہیں کیونکہ ان میں یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ اعمال اپنے نفسوں کی خاطر کیا کرو اور میں ایسے اعمال پر تمہیں ثواب دوں گا۔ وہاں تو ارشاد ہے اطاعت کرو میری اور عبادت کرو خالص میرے لئے پس میں اجر و ثواب دوں گا۔ مطلب یہ ہوا کہ اعمال میں نیت اجر و ثواب کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہیئے۔

Marfat.com

استغفار اور درود شریف

سوال: استغفار افضل ہے یا درود شریف؟

جواب: اجلے کپڑوں پر تو عطر افضل ہوا کرتا ہے اور میلے کپڑوں پر صابن۔ اسی لئے مشائخ جو تعلیم دیں اور امر بتائیں اس پر پابندی کریں کہ آپ کی روح اجلی ہو۔

Marfat.com

درود شریف پڑھنا

سوال: ہمارے درود شریف پڑھنے سے حضورؐ کو نفع پہنچتا ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

جواب: حق تعالیٰ نے ہمارے لئے درود شریف پڑھنا اپنے نبیؐ کو نفع پہنچانے کی غرض سے نہیں مشروع فرمایا بلکہ ہم کو نفع پہنچانے کے لئے مشروع کیا ہے۔

مثلاً ایک شخص کے بہت سے غلام ہوں اور اس کی نظر ایک ایسی زمین پر جائے جو ہر لحاظ سے بہترین ہو اور وہ زمین اپنے غلاموں کو بلا شرکت اور بٹائی تقسیم کردے تو غلاموں کو نفع ہی نفع ہے۔ یہی حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارے درود شریف پڑھنے کا ہے۔ اس کا تمام اجروثواب صرف ہمارے ہی لئے ہے۔

اور جب درود شریف محبت اور تعظیم کے ساتھ آپ کے منہ سے نکلتا ہے اس کا اجروثواب پڑھنے والے کے لئے ہوگا اور جب اس کے اجر کا نور مشتعل ہوتا ہے اور آنحضرتؐ کے نور سے جاملتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کی یہ شان ہے جیسے کوئی چیز اپنی اصل سے جاملے۔ کیونکہ مومنین کے لئے جو اجر بھی ثابت ہوتا ہے وہ اس کے ایمان کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے اور ان کا ایمان پرتو ہے نور محمدیؐ کا۔ لہٰذا جتنے امور بھی ثابت ہوں گے ان کی اصل ذات محمدیؐ ہی ہوگی اور وہ تمام آپؐ ہی کی طرف سے ہوں گے۔

Marfat.com

شریعت اور طریقت

سولل: اکثر اوقات جب گفتگو شریعت اور طریقت کے بارے میں ہوتی ہے تو لوگ مبالغہ آمیز جملوں سے دوچار ہو جاتے ہیں اور جذباتی قسم کے لوگ "طریقت کو شریعت کی لونڈی" کہہ گزرتے ہیں' اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں تصوف کا صاف چشمہ گدلا ہو چکا ہے۔ لوگ حقیقتوں سے بہت دور جا چکے ہیں اور شعبدوں اور رسومات کو طریقت سمجھنے لگے ہیں۔ اکثر مشائخ بدعتوں میں مبتلا ہیں ماسوا ان کے جن کی اساس قرآن اور سنت پر ہے اور وہ اس سے ایک قدم بھی ہٹنا نہیں چاہتے۔

وہ اشخاص حقیقت سے بہت دور ہیں جو اصفیاء کی محبت۔ جن کو قرآن اور سنت کے علوم سے بہرہ وافر ملا ہے' سے دور ہیں۔ آج کل لوگ شریعت اور طریقت کو دو الگ چیزیں تصور کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شریعت کے نمائندے علماء اور فقہا ہیں اور طریقت کے علم بردار حضرات صوفیاء۔ اس کی وجہ دین میں اختلال ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کردہ نظام حیات سخت قسم کے بحران کا شکار ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ آج کل کے نام نہاد صوفیاء انسان کے بدن میں ظاہری اور باطنی قوتوں کو الگ الگ مانتے ہیں۔ انہوں نے اسلامی تعلیمات کے بھی دو حصے کر دیئے ہیں ایک وہ حصہ جو انسان کے ظاہر کی اصلاح کرتا ہے اور دوسرا جو انسان کے باطن کو سنوارتا ہے۔ اول الذکر کا نام انہوں نے شریعت اور موخرالذکر کا طریقت رکھا ہے۔

Marfat.com

عام صوفیاء کے نزدیک انسان میں دماغ' دل اور جگر اعضاء رئیسہ ہیں۔ ارباب تصوف ان اعضائے رئیسہ کو ظاہری قوت کے علاوہ ان کی باطنی قوت بھی مانتے ہیں اور وہ ان کے نزدیک لطیفہ عقل' لطیفہ قلب اور لطیفہ نفس ہے اور ان کے انجلا سے احوال اور مقامات پیدا ہوتے ہیں۔

شاہ ولی اللہؒ صاحب اپنی کتاب الطاف قدس میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے اس لطیفہ کو سمجھانے کے لئے ایک اونٹ دکھایا گیا جو زندگی کے آخری سانس لے رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے تینوں لطائف بہت کمزور ہیں، مگر اس کے باوجود وہ قافلہ کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس کے پاس بجز چلنے کے کوئی طاقت نہیں۔ وہ دم نکلنے تک چلتا رہا یہاں تک کہ اس کی روح مسافر ہوگئی گویا اس کی موت اور رکنا دونوں فعل بیک وقت ہوئے۔ اس طرح گویا وہ اونٹ لطیفہ جوارح کے مقام فنا میں تھا۔

اس مثال سے لطیفہ جوارح کی مثال یوں ہوئی کہ انسان میں اعضائے رئیسہ یعنی دل' دماغ اور جگر کا ایک رخ لطیفہ جوارح کی طرف ہوتا ہے جس کی تکمیل و اصلاح شریعت کا مقصد ہے اور اس کا دوسرا رخ باطن کی طرف جو اس کا اصل منبع ہے اور ان لطائف کی تکمیل تصوف سے ہوتی ہے۔

اس طرح اگر انسان کے مختلف قویٰ کو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں تصور کر لیا جائے اور دل و دماغ کے ظاہری اعمال سے شروع کر کے لطیفہ جوارح پر پہنچیں اور پھر اس سے عقل' قلب اور نفس کی باطنی قوتوں پر آویں اور ان تمام کو قویٰ کے مختلف درجے مان لئے جاویں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس طرح یہ قویٰ ایک دوسرے کے ساتھ متصل اور وابستہ ہیں اسی طرح شریعت جو جوارح کی اصلاح اور تکمیل کرتی ہے اور طریقت جس کا اعلیٰ لطائف تزکیہ اور ترقی ہے۔ دونوں الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک چیز کے دو رنگ یا ایک درخت کے دو پھل ہیں۔ اس طرح شریعت اور طریقت میں فرق نہیں بلکہ ایک انسان کا ظاہر سنوارتی ہے اور دوسری اس کی تکمیل کرتی ہے۔ سمجھے!

Marfat.com

اصل میں طریقت یہ ہے کہ کسی صاحب دل سے محبت ہو جائے (وہ خود ہی اس کا ظاہر اور باطن سنوار لے گا) اس صورت میں گو مدت صحبت تھوڑی ہی ہو تب بھی کام پورا ہو جائے گا اور نعمت الفت کے بغیر اگر سالہا سال صحبت واضح رہے تو کوئی فائدہ بر آمد نہ ہو گا۔

اصل محبت یہی ہے صحبت کم ہو یا زیادہ۔

طریقت کی وضاحت ایک جملہ میں اس طرح ہو سکتی ہے:

"طریقت کی معراج تو یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ معاملہ صدق اور خلق کے ساتھ معاملہ خُلق کا رکھے اور بس۔"

اس مقام پر پہنچنے کے لئے بھی شیخ کی ضرورت ہے جو تزکیہ بھی کرائے گا اور تکمیلہ بھی۔

Marfat.com

ترک دنیا اور مخالفت نفس

سوال: لوگوں کو اکثر کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر دنیا میں بھیجا۔ دنیا میں رہتے ہوئے اسے ہر چیز کی ضرورت ہوتی ہے' ظاہر ہے وہ ہر چیز حاصل کرنے کی سعی کرے گا۔ اس صورت میں مخلوق سے جدا کیونکر ہو سکتا ہے اور اپنی طبیعت اور نفس کے خلاف کیسے کر سکتا ہے۔ ان تمام چیزوں پر ہی تو دنیا کے نظام کا دارومدار ہے۔

جواب: ہماری بات سن کر لوگ جو یہ اعتراض کرتے ہیں وہ دراصل ہماری بات کی حقیقت کو نہیں پہنچے اور یہ سمجھ لینے سے قاصر ہیں کہ ترک دنیا' مخالفت نفس اور طبیعت سے ہماری کیا مراد ہے؟

ان تمام چیزوں کو ترک کرنے سے ہماری مراد یہ ہرگز نہیں کہ خداوند کریم کی نافرمانی کی جائے۔ اگر کوئی مخلوق سے تعلق رکھتا ہے بظاہر تو وہ دنیا داروں سے معلوم ہو گا لیکن حقیقتاً اس کا تعلق خداوند قدوس سے ہو گا اور وہ تارک دنیا ہی کہلائے گا یا ہو گا۔ اگرچہ وہ اس صورت میں نفس کے موافق ہی عمل کر رہا ہو۔ علماء' محققین کا کہنا کہ مقصود اس سے حق تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے نہ کہ نفس کی مخالفت یعنی صوفیائے کرام نفس کے خلاف چلتے ہیں اور جو نفس کہے اس کے خلاف کرتے ہیں۔ وہ یوں اس لئے کرتے ہیں کہ نفس احکام خداوندی کے تابع ہو جائے اور راہ راست پر آ جائے۔ اگر نفس پہلے ہی راہ راست پر ہو تو اس کی مخالفت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

فقیر ہوں یا غنی' امراء ہوں یا رعایا' مالک ہوں یا مملوک' خادم ہوں یا مخدوم' فقراء کو تو

Marfat.com

صبر چاہئے اور اغنیاء کو شکر' امراء کو عدل اور رعایا کو فرمانبرداری' مالکوں کو رحم اور مملوکوں کو خدمت' خادموں کو ادب اور مخدوموں کو عنایت' ہر گروہ کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے راستہ پر چلے۔ بندگی اور انصاف کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اس پر پابندی سے عمل کرے۔ خدا کا واصل اور مقرب بن جائے گا۔ اس جگہ یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ ہر گروہ کا اپنا اپنا مشغلہ اور کام تعین ہے۔ اگر وہ اپنے متعین راستہ پر چلے تو وہ سالک ہے۔ حضورؐ ہر گروہ کے لئے ایک دستور العمل اور قاعدہ متعین فرمادیتے تھے تاکہ وہ اس پر عمل کرے اور اس سے باہر نہ جائے اگر باہر جائے گا تو اس سے کفر اور فسق سرزد ہوگا۔ سعادت مندی اور نیک بختی کا راز شریعت کے سامنے اپنی گردن جھکادینے میں ہے۔

Marfat.com

شیخ سے تعلق

ایک بار فرمایا — شیخ کے سائے میں آنے کا مقصد / مطلب اس سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ ان کی مجالس میں آپ کو علوم ملیں گے۔ جتنا تعلق بڑھاؤ گے اتنی ہی ان سے محبت بڑھے گی۔ اس سے دو طرح کی اصلاح ہوگی ایک یہ کہ ان کی دعا قبول ہوتی ہے ان کی زبان سے دعا کا نکلنا اس بات کی علامت ہے کہ حق تعالیٰ کے فضل کا وقت آگیا ہے۔

دوسری وجہ خفی ہے وہ یہ کہ تمہارے نیک اعمال میں ان کی محبت سے برکت ہوگی (ہو جائے گی۔)

مقناطیس کی طرح ان کے قلب میں کشش ہوتی ہے۔ جو طالب کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کیونکہ ان کا قلب حق تعالیٰ سے ملا ہوتا ہے وہ طالب کو حق سے ملا دیتے ہیں۔

(اس میں بھی خلوص کا۔ طالب میں ہونا ضروری ہے۔)

Marfat.com

"ادب"

جان لو کہ لوگ آداب میں تین قسم کے ہوتے ہیں:

1 اہل دنیا' ان کے نزدیک فصاحت' بلاغت' علوم وفنون' تحقیق وتدوین ہوتی ہے۔

2 اہل دین' کے نزدیک ادب نفس کو ریاضت و مجاہدہ کا عادی بنانا' اعضاء کو تادیب' حدود الٰہی کی حفاظت اور خواہش نفسانی کو ترک کرنا ہے۔

3 اہل خصوصیت' کے نزدیک دل کو پاک رکھنا' باطن کے بھید کی رعایت کرنا' عہد پورا کرنا' وقت کی نگہداشت اور پراگندہ خیالات کو کم کرنا ہے اور پھر طلب اور قرب کے مقامات اور حضوری کے اوقات میں بہت اچھا ادب کرنا ہے۔

یہ تینوں باتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اس لئے کہ جس کو مروت حاصل نہیں اس کو سنت کی حفاظت بھی حاصل نہیں۔ اس کو حرمت کی رعایت بھی حاصل نہیں کیونکہ معاملات میں آداب کی حفاظت۔ دل سے مطلوب کی تعظیم سے حاصل ہوتی ہے۔

اور بیٹا! ادب ہے ہی طریقت کا لب لباب۔

Marfat.com

مذاکرہ

پہلے زمانہ میں مذاکرہ باہمی غنیمت تھا مگر اب وہ وقت کہاں؟ اس میں طریقت کے بھید آشکارا ہوتے تھے۔

طریقت یہ ہے کہ کسی صاحب دل سے محبت ہوجائے۔ اس صورت میں اگر مدت صحبت بہت تھوڑی بھی ہو تب بھی کام پورا ہوجائے گا اور نعمت الفت کے بغیر اگر سالہا سال صحبت واضح رہے تو کوئی فائدہ بر آمد نہ ہوگا۔

اصل یہی محبت ہے صحبت کم ہو یا زیادہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سوال: غیر مقلد حضرات بیعت کا سرے سے ہی انکار کرتے ہیں اور ''وسیلہ'' کو قرب کا معنی دے کر اولیاء اور مشائخ صاحبان سے فیوض حاصل کرنے کے خلاف ہیں۔ ہم ان کو دلیل سے کس طرح ثابت کریں؟

جواب: سلاسل اولیاء اللہ میں داخل ہونا معرفت حق حاصل کرنے کے لئے جو تخلیق کائنات ہے باجماع اولیاء و صلحاء، مشائخ و علماء واجب اور لازمی ہے۔ اس پر محقق ظاہری و باطنی، متقدمین و متاخرین سب کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اس مقدس طریق کا اختیار کرنا موجب برکت و فیوض و صفات اور سبب قرب ربانی ہے۔ اس مبارک اور پسندیدہ طریق کو دیدہ دانستہ ترک کرنا، چشم پوشی یا ردوقدح کا دروازہ کھول کر مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیرنا اور فساد پیدا کرنا ہے۔ جو رب جلیل مجدہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ وہ ''لا تفسدو فی

Marfat.com

الارض" (زمین میں فساد نہ کرو) فرما کر ایسے لوگوں کی مذمت فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طریقہ واجبہ پسندیدہ کے اختیار کرنے کے لئے فرماتا ہے۔ ترجمہ: "اے ایمان والو خوف الٰہی رکھتے ہوئے اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرو تا کہ تم فلاح حاصل کر سکو۔" (سورہ مائدہ)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی بھی یہی تحقیق ہے چنانچہ آپ اپنے مقدس مقالہ اور مبارک مجالہ "القول الجمیل" میں ارشاد فرماتے ہیں: (جس کا ترجمہ شفاء العلیل سے درج کیا جاتا ہے)

"اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔"

مولانا نے حاشیہ میں فرمایا:

"ہم نے اپنے جد امجد شاہ عبد الرحیم فاروقیؒ کے ایک مرید سے سنا کہ ان کے ہم عصر ایک عالم نے ان سے بیعت کے سنت و بدعت ہونے پر گفتگو کی۔ جد امجدؒ نے واسطے مشروعیت بیعت کے اس آیت سے استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ "وسیلہ" سے مراد ایمان لیا جائے۔ اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ یا ایھا الذین امنو اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے۔ اس واسطے کہ تقویٰ عبارت ہے 'امتثال اوامر و اجتناب نواحی سے۔ اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغائرت بین المعطوف علیہ کا مقتضی ہے اور اس طرح بدلیل مذکورہ جہاد بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تقویٰ میں داخل ہے۔ بس متعین ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد ارادت اور بیعت مرشد کی ہے۔ پھر اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت ہے' ذکر و فکر میں۔ تا کہ فلاح حاصل ہو کہ عبادت ہے وصول ذات پاک سے۔"

نیز اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

ترجمہ: "اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون اللہ سے زیادہ قریب ہے کہ اس سے توسل کریں اور رحمت الٰہی کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔" (سورہ بنی اسرائیل)

تمام حضرات سلف صالحین جن کا صادق القول ہونے کا جمہور اسلام کو یہاں تک یقین ہے کہ وہ بالاتفاق اولیاء اللہ تسلیم کئے جاتے ہیں ان کا انہی آیات شریفہ پر عمل رہا ہے۔ وہ خود بھی مرید ہوئے اور دوسروں کو مرید کیا۔ جن میں بڑے بڑے خلفاء' سلاطین اور امراء کے علاوہ علماء' صلحاء اور زہاد بھی شامل ہیں۔

رہا عورتوں کے بیعت کے بارے میں تو سورہ ممتحنہ میں آپ تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

"اے نبی جب آپؐ کی خدمت میں مسلمان عورتیں حاضر ہوں تاکہ وہ بیعت ہوں اس شرط پر کہ اللہ کے سوا کسی کو شریک نہ کریں' چوری نہ کریں اور زنا نہ کریں اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں اور کوئی افترا و بہتان آگے پیچھے نہ باندھیں اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں تو انہیں بیعت فرما لیجئے اور ان کی بخشش طلب فرمائیے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔"

(نقطہ: اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ شیخ کا کام مرید کے لئے بخشش طلب کرنا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔)

تو یہ رہے دلائل بیعت قرآن کی روشنی میں۔

حکمت

بیعت نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ سنت ہے۔ اگر واجب ہوتی تو ضرور اس کے تارک پر انکار وارد ہوتے۔ معلوم ہوا کہ بیعت سنت ہے اور حقیقت سنت میں فعل مسنون بلا دلیل

Marfat.com

وجوب تقرب الی اللہ کا موجب ہے۔

شرط مرید

مرید کے لئے عاقل و بالغ ہونا شرط ہے کیونکہ نابالغ و مجنون خود ایمان کا مکلف نہیں تو تقویٰ اور اجتہاد فی الطاعات کا اس کے حق میں کیا ذکر۔

بعض مشائخ لڑکوں (بچوں) کی بیعت کو جائز رکھتے ہیں اس بناء پر کہ برکت اور نیک فال ہے۔ اس کی دلیل مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضرت زبیرؓ اپنے بیٹے عبداللہؓ کو بیعت کے واسطے لائے اس وقت وہ سات برس کے تھے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر مسکرائے پھر ان سے بیعت لی۔

اقسام بیعت

اور جان لو کہ بیعت کئی قسم کی ہیں پہلا طریقہ تو ہے بیعت معاصی سے۔

دوسرے طریقہ پر بیعت تبرک ہے یعنی بقصد برکت صالحین کے سلسلہ میں داخلہ ہونا بمنزلہ اسناد حدیث کہ اس میں البتہ برکت ہے اور تیسرا طریقہ عزیمت یعنی عزم مصمم کرنا واسطے خلوص۔ امر الٰہی اور ترک مناہی کے ظاہر اور باطن سے اور تعلیق دل کی اللہ جل شانہ سے اور یہی طریقہ اصل ہے اور اسی میں ہمارے بزرگان بیعت لیا کرتے ہیں۔

ایک موقعہ پر آپؒ نے فرمایا:

"بیعت ایک نوری نطفہ حمل ہے جس کو حقیقت انسان کا ارادہ قبول کرتا ہے۔"

اب اس نطفہ کی آبیاری' دیکھ بھال سب مرید کے ارادہ' محبت اور تقلید شیخ پر ہے۔

نوٹ: یہ جملہ آپ نے ڈاکٹر منور اقبال مرحوم کو بطور تلقین فرمایا تھا۔ اس وقت راقم بھی وہاں موجود تھا' جملہ کو ضبط تحریر کرلیا۔

Marfat.com

احساس

احساس ہی ایمان ہے۔

اگر نیکی کرنے کے بعد دل کو راحت ہو تو ایمان کی پختگی پر دال ہے۔ اگر برائی کر کے احساس اس برائی کا ہو جائے تو یہ بھی ایمان کی سلامتی کی نشانی ہے۔ اگر برائی کر کے احساس ہی نہ ہو تو اللہ ہی حافظ ہے۔

تصوف

کی تعریف ایک جملہ میں یوں ہے کہ خود کسی کا ہو جائے اور اپنے مطلوب کو روح اور قلب دونوں میں جگہ دے تو عین تصوف ہے۔

فیوض و برکات شیخ

شیخ کا کام مرید کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا ہے۔ وہ دنیوی فردعات میں نہیں پڑتا۔ اس لئے شروع میں مرید کو تکلیف محسوس ہوتی ہے مگر اصل کو دیکھ کر وہ ہر لحاظ سے مطمئن ہو جاتا ہے۔

جب تک طالب خود کو "لا" نہ کرے "الہ" تک اس کی رسائی نہ ہو گی اور وہ بھی حضورؐ اور شیخ کے توسل سے۔ کیونکہ خالق اور مخلوق کے درمیان ایک پردہ ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و برکات کا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس نور کو پیدا فرمایا وہ نور حقیقت محمدی ہے (حدیث قدسی) اور بعدہ' دیگر مخلوق کو جس میں ملائکہ' انبیاء اور انسان شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسائی حاصل کرنے کے لئے آپ کو آقائے نامدارؐ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا ہو گا گو یہ مشکل ہے اس لئے اس آدمی کو وسیلہ پکڑو جو رسائی حاصل کر چکا ہو۔ وہ آپ کو منزل مقصود پر پہنچا دے گا۔

اوراد و وظائف

شیخ کی توجہ کے بغیر تمام وظائف بے سود ہیں اور اگر توجہ موجود ہے تو وظائف کی

Marfat.com

ضرورت نہیں۔ البتہ حکم عدولی درست نہیں جو اوراد فرمائے جاویں ان کو پورا کرتے رہنا کیونکہ فرمان شیخ کی اطاعت بھی شیخ کی توجہ قائم رکھتی ہے۔ شیخ کی حیثیت ظل نبی کی ہوتی ہے۔ اس کی یاد تم کو ان کی توجہ میں رکھے گی اس طرح تم خود پر قابو پائے رکھو گے اور فیضان نظر بھی جاری رہے گا۔

نافع محبت

محبت انسان کو دیوانا بنا دیتی ہے۔ خواہ کسی سے ہی کیوں نہ ہو۔ تو کیا یہ بہتر نہیں کہ محبت برائے خداوند قدوس آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے کی جائے تاکہ دین و دنیا دونوں آسان ہوں۔ اس کے لئے بھی کسی کے جوتے سیدھا کرنے ہوں گے اور وہ ہے ذات شیخ۔

حفظ مراتب

عورت عورت ہی ہے۔ وہ ماں ہو' بیوی ہو یا بہن۔ مگر لذت نفس کے لئے بیوی کو ماں / بہن پر ترجیح دے دی جاتی ہے حالانکہ وہ بھی عورت ہے۔

فرمان نبوی کی روشنی میں ماں بڑی چیز ہے مگر نفس اس کو بھی پامال کر دیتا ہے اور اگر نفس کو پامال کر دیا جائے تو پھر ہر ایک کو اس کا مرتبہ مل جاتا ہے۔ اس سرکش گھوڑے کی سواری کے لئے بھی انسان کو ایک رہبر / محتسب کی ضرورت ہوگی۔

ظن

فرمایا کہ جب بھی کبھی، کسی درویش کے پاس جائے ظن اچھا رکھے کیونکہ وہ انعام کا حق دار نیت کے مطابق ہی ہو گا۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم رحمت اللعالمین تھے اور ہیں۔ اس کے باوجود بھی آپ کے پاس جو بھی آیا اور جس ظن کے ساتھ آیا اس نے اس کے مطابق حاصل کیا۔

تو خیال رہے ظن ہمیشہ اچھا رکھے تاکہ فلاح حاصل کر سکے۔

Marfat.com

اللہ کا فضل

فرمایا! اس بات کو دل میں جگہ دے دو کہ روزی اللہ کے فضل سے ملتی ہے۔ خدا کی یاد سے غافل ہو کر، محنت اور مشقت سے روزی نہیں ملتی۔

گرفت

خیال رہے کہ انسان ابلیس کی گرفت سے تو نکل جاتا ہے خدا کی گرفت سے ہرگز نہیں نکل سکتا۔ اسی لئے حکم ہے کہ ذکر سے دل کو جلا دو کہ ابلیس کی گرفت سے بچے رہو۔

Marfat.com

رحمت خداوندی

ماخوذ بفرمان سیدی امورالحسن

مسلم شریف کی ایک حدیث میں وارد ہے:

"خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم ایسے ہو جاؤ کہ گناہ تم سے سرزد ہی نہ ہو تو خدا تمہیں زمین سے ہٹا دے گا اور تمہاری جگہ ایک دوسرا گروہ پیدا کردے گا جس کا شیوہ یہ ہو اور پھر خدا سے بخشش کا طلب گار ہو۔"

خدائے شیوۂ رحمت کہ در لباس بہار
بعذر خواہی زندان باد خوش آمد

سوال: حضور اس جگہ ایک سوال دل میں آتا ہے کہ اگر وجود حیوانی اپنے ماضی میں ہمیشہ یکے بعد دیگرے متغیر ہوتا اور ترقی کرتا رہا تو مستقبل میں بھی تغیر اور ارتقاء کیوں جاری نہ رہے؟

جواب: اگر اس بات پر ہمیں بالکل تعجب ہوتا کہ ماضی میں بے شمار صورتیں مٹیں اور نئی زندگیاں ظہور میں آئیں تو اس بات پر کیوں تعجب ہو کہ موجودہ زندگانی کا مٹ جانا نہیں ہے اور اس کے بعد ایک اعلیٰ تر صورت اور زندگانی ہے۔

جب آپ علم اور ادراک کی راہ میں آگے بڑھتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ربوبیت میں بھی زیادہ وسیع اور عام حقیقت یہاں کارفرما ہے اور خود ربوبیت بھی اس کے فیضان کا ایک گوشہ ہے۔

Marfat.com

سوال: ربوبیت اور اس کا نظام کیا ہے؟

جواب: ربوبیت اور اس کا نظام ہے کائنات ہستی کی پرورش! لیکن کائنات ہستی میں صرف پرورش ہی نہیں پرورش سے بھی زیادہ بنانے اور سنوارنے اور فائدہ پہنچانے کی حقیقت کار فرما ہے۔

اس کی فطرت میں بناؤ ہے۔ اس کے بناؤ میں خوبی ہے۔ اس کے مزاج میں اعتدال ہے اس کے افعال میں خواص ہیں۔ اس کی صورت میں حسن ہے۔ اس کی صداؤں میں نغمہ ہے اس کی بو میں عطر بیزی ہے اور اس کی کوئی بات ایسی نہیں جو اس کے کارخانہ کی تعمیرو درستگی کے لئے مفید نہ ہو۔ پس یہ حقیقت جو اپنے بناؤ اور فیضان میں ربوبیت سے بھی زیادہ وسیع اور عام ہے وہ رحمت ہے اور خالق کائنات کی رحمت اور رحمیت کا ظہور ہے۔ "حق"" اللہ اکبر"—— لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پیری اور مریدی

فرمایا کہ شریعت کی مشعل کو ہاتھ میں لئے بغیر کوئی بھی عارف نہیں بنے گا۔ حق تعالی اپنی اور اپنے حبیبؐ کی محبت نصیب فرمائے۔ (آمین) کہ شریعت محمدیہؐ کو اپنا جسم اور طریقت کو (کہ محافظ شریعت ہے) اپنی روح قرار دے کر دونوں نعمتوں سے مالا مال ہو۔ (ثم آمین)

پیری مریدی ایک ذریعہ ہے باطنی نور حاصل کرنے کا جس سے عظمت اور محبت پیدا ہو اللہ اور اس کے رسول کی اور حلاوت اور دل بستگی حاصل ہو اطاعت اور عبادت میں۔

ولی کے ہاتھ پر بیعت ہونے سے صلاح اور ہدایت کی جو بھی خوبی ظاہر ہوتی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی برکت ہے کیونکہ ایمان جو اس خیر کا سبب ہوا وہ ولی تک بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پہنچا ہے۔

سوال: شیخ اپنے مرید کی ذات میں متمکن ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: ہاں درست ہے مگر یہ خوبی مرید کی ہے کہ جب شیخ کے ساتھ محبت کاملہ ہوتی ہے تو

Marfat.com

وہ شیخ کو اپنے اندر جذب کرلیتا ہے اور مرید کی ذات شیخ کا مسکن بن جاتی ہے۔ یہ واضح رہے کہ مرید کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

1 کبھی تو شیخ کے ساتھ اس کی محبت کامل و خالص اور دائمی ہوتی ہے۔ اس صورت میں شیخ کے تصرفات مرید کے اندر متواتر ظہور پاتے ہیں اور بڑھتے ہیں حتیٰ کہ نسبت سلسلہ حاصل ہو جاتی ہے۔

2 کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شروع میں سچی اور کامل محبت ہوتی ہے مگر کچھ عرصہ بعد کسی عارض کے پیش آنے سے منقطع ہو جاتی ہے اور شیخ کے متعلق نیت بدل جاتی ہے۔ اس صورت میں شیخ کے انوار اور اسرار بھی بند ہو جاتے ہیں اور جو شعاعیں پھیل رہی ہوتی ہیں وہ رک جاتی ہیں اور کبھی

3 ایسا ہوتا ہے کہ محبت چلتے چلتے ٹھٹک جاتی ہے اور اس کی رفتار رک جاتی ہے۔ مگر پھر کبھی جلدی یا کچھ دنوں بعد۔ کبھی مدت طویل کے بعد آگے بڑھنے لگتی ہے ایسی صورت میں ذات شیخ کے اسرار بھی رک جاتے ہیں اور جب محبت عود کر آتی ہے تو اسرار بھی عود کر آتے ہیں۔

اب مرید کو اپنی حالت کا خود امتحان کرلینا چاہئے کہ وہ تینوں میں کس قسم کے اندر داخل ہے اور اللہ سے توفیق اور ہدایت کی درخواست کرنی چاہئے۔ انہ سمیع قریب ۔
نیز اگر مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ محبت اس کی ولایت یا علم یا کرم وغیرہ کی وجہ سے ہے تب بھی محبت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ فائدہ مند صرف وہی محبت ہے جو لاغرض اور صرف ذات شیخ کی طرف متوجہ ہو۔ کبھی غور کیا محبت بچوں میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی ہے کہ اس میں ابھارنے والی کوئی غرض نہیں ہوتی نہ سبب۔ محض الفت اور ذاتی کشش ہوتی ہے۔
بس اگر مرید کو شیخ کے ساتھ اس قسم کی محبت ہے تو وہ جاذب اسرار اور انوار ہے اگر اس میں کسی غرض کا دخل ہے تو وہ ضرور شیطان کا دخل ہوگا۔ اس حالت میں طرح طرح کے وسوسے پیش آئیں گے۔

Marfat.com

نیز فرمایا کہ طالب اسرار مرید کی ذات ترابی ہوا کرتی ہے اور معلی اسرار شیخ کی ذات ترابی۔ بس جب مرید کی ذات ترابی شیخ کی ذات ترابی سے محبت کرتی ہے اور اس پر نظر روک لیتی ہے تو شیخ کی ذات اپنے اسرار و معارف ذات مرید پر ڈالا کرتی ہے اور جب ذات مرید (ذات شیخ کے ساتھ نہیں بلکہ) اسرار شیخ کے ساتھ محبت کرتی ہے تو شیخ کی ذات ترابی اپنے اسرار اور فیضان کو روک لیتی ہے۔ پھر نہ روح میں قدرت ہے کہ اسرار جاری کرے اور نہ کسی اور شے میں۔ لہٰذا مرید کو چاہئے کہ ذات شیخ سے محبت رکھے کہ نفع لینے کا یہی طریقہ ہے۔

اسمائے الٰہیہ

آپؒ نے ایک بار فرمایا کہ اسمائے الٰہیہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ولی اپنے منازل کے مطابق ان کے انوار کا مشاہدہ کرتا ہے۔ مگر مشہود ننانوے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ننانوے حصر نہیں۔ اس غیر متناہی ذات کی غیر متناہی صفات ہیں۔ جس ولی کو جتنی ترقی ہوتی ہے اسی قدر (زائد اسماء کا) اس کا مشاہدہ بڑھتا ہے۔ واللہ اعلم!

درجات اولیاء

سوال: حضور سنا ہے کہ ولی ایک وقت میں کئی جگہوں پر اپنی ذات میں موجود ہو سکتا ہے؟

جواب: چھوٹے درجہ کا ولی جب دیوان میں آتا ہے تو وہ ذات ترابی کے ساتھ آتا ہے۔ جبکہ بڑے درجے کا ولی وہ تفکر اور ہمت سے کام لیتا ہے اور اپنے گھر سے غائب نہیں ہوتا۔ کیونکہ بڑے درجہ کا ولی جس شکل و صورت کو چاہتا ہے اختیار کر سکتا ہے اور کمال روح کی وجہ سے اگر چاہے تو تین سو ساٹھ (360) ذوات میں متکون بن سکتا ہے۔

یہ سن کر مجھے ایک واقعہ یاد آگیا اس کا ذکر اس جگہ کر دینا زیادہ مناسب اور مطابق حال محسوس ہوا۔

یہ 1985ء کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ مکہ مکرمہ سے واپس آئے اور پھر خانقاہ پاک پتن شریف میں تشریف لائے اور یوں گویا ہوئے:

Marfat.com

"حضور آپ کب تشریف لائے میں نے آپ کو دوران طواف دیکھا اور باوجود کوشش بسیار آپ کو نہ پا سکا کیونکہ یہ میرا طواف وداع تھا۔ جب میں طواف سے فارغ ہوا تو دیکھا کہ آپ خانہ کعبہ سے باہر تشریف لے جا رہے ہیں' میں نے تعاقب کیا مگر لے نہ سکا۔ میں وہاں سے سیدھا جدہ گیا اور پھر بذریعہ پرواز کراچی اور کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز لاہور۔ آج ایک ماہ بعد پاک پتن شریف آیا اور آپ کی زیارت سے سرفراز ہوا۔ آپ کب تشریف لائے؟"

حضرت یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا۔ "بھائی آپ کو مغالطہ ہو گیا ہو گا میں یہاں سے کہیں نہیں گیا۔ وہ گویا ہوا کہ جناب مغالطہ نہیں میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ آپ یہ کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھے۔ آپ نے سن کر فرمایا (مسکراتے ہوئے) اب میں کیا بتاؤں (اس وقت حافظ غلام علی شاہ صاحب بھی موجود تھے) آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کیوں بھائی میں نے ٹھیک نہیں کہا وہ بھی مسکرا دیئے اور خاموش رہے۔"

حافظ صاحب حقیقت میں جانتے تھے کہ ایک ولی کامل ایک وقت میں ذات ترابی کے ساتھ تین سو ساٹھ جگہوں پر جا سکتا ہے۔

کون سی چیز بہتر ہے

ایک سوال کے جواب میں کہ دنیا میں کون سی چیز دخول جنت سے بہتر ہے اور کون سی چیز دخول جہنم سے بدتر؟

فرمایا! وہ چیز جو جنت میں جانے سے بدرجہا بہتر اور عزیز ہے وہ ہے سیدالوجود صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت شریف بحالت بیداری کہ ولی آپ کو اس صورت وشکل میں دیکھے جس میں اصحابہ کرامؓ نے دیکھا۔ پس یہ جنت کے دخول سے افضل ہے کیونکہ اس میں تمام جنتوں

Marfat.com

کی عمومی نعمتوں کی لذت ہے اور جو چیز دوزخ میں جانے سے بھی زیادہ بری اور بدتر ہے وہ ہے فتح نصیب ہونے کے بعد اس کا سلب ہو جانا۔

عبادت کی حقیقت

فرمایا' عبادت کی حقیقت اسماء الٰہی کے حقوق ادا کرنا ہے۔ مثلاً معبود اس کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ رحمٰن اس کا حق ہے کہ اس کی رحمت حاصل کی جائے۔ چونکہ اسمائے الٰہیہ لامتناہی ہیں تو اس کے حقوق بھی لامتناہی ہیں اور لامتناہی کے اوپر قدرت محال ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کی عبادت کرنے پر کوئی قادر نہیں اس لئے بندہ وہی بہتر ہے جو اپنی کوتاہی کا عذر دربار خداوندی میں لائے۔ ورنہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کی عبادت عظمت خداوندی کے لائق ہو۔

حضرت غوث اعظمؒ کی حالت کا اظہار شیخ سعدیؒ نے گلستان میں ایسے نقل کیا:

من نگویم کہ طاعتم بپذیر
قلم عفو بر گناہم کش

یعنی میں نہیں چاہتا کہ میری اطاعت قبول کر لیجئے کیونکہ میرے پاس اطاعت ہے ہی کہاں۔ صرف یہ التجا ہے کہ میرے گناہوں کو بخش دیجئے۔

جب یہ بزرگان اپنے کو ایسا کہیں تو ہم کون ہیں کہ خود کو جنید وقت سمجھیں اور اگر جنید ہی سمجھیں تو گناہ گار ہی تصور کریں کیونکہ حضرت جنیدؒ تو خود کو بہت بڑا گناہ گار تصور کرتے تھے۔

دعا کی اہمیت

سوال: انسان کا مقدر تو روز ازل ہی سے لکھا جا چکا ہے۔ تو دعا کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ٹھہرے۔ تو چاہئے کہ دعا ہرگز نہ کی جائے؟

جواب: بعض امور ایسے بھی مقدر کی لوح میں درج ہوتے ہیں جن کا حل دعا ہی میں لکھا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس سے اجتناب اور احتراز حماقت سے خالی نہیں بلکہ اس کا التزام

Marfat.com

خیروبرکت سے خالی نہیں۔

مومن کو اصل ایمان لانے کا حکم ہے اور جتنے امور شرعیہ ہیں ان کا امتثال کیا جائے خواہ ان کے احکام عقل میں آئیں یا نہ آئیں اس سے کوئی سروکار نہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب کوئی ایمان لے آئے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کی عقل میں کوئی بات نہ آئے۔ ایمانی قوت میں ایسی تاثیر ہے کہ اس کے حامل کو تمام امور روز روشن کی طرح واضح ہو جاتے ہیں اور وہ بلاچوں وچرا اس پر عمل کرتا ہے۔

اللہ کی طرف سے ارشاد ہے کہ ہر چیز میری پیدا کردہ ہے تو ہم پر واجب ہے کہ ہم آمنا وسلمنا کہیں۔ اگر ارشاد ہو کہ تمہارے اعمال تمہارے قبضہ اور اختیار میں ہیں تو جواب میں آمنا وسلمنا کہیں۔ اگر ارشاد ہو کہ تمام نیک کام میری طرف سے ہوتے ہیں اور تمام برے کام تمہاری طرف سے۔ تو جواب بھی یہی ہو کہ تمام نیک کام تیرے ہاتھ میں ہیں اور تمام برے کام میری طرف سے (یعنی اے اللہ بھلائی کا صدور تیری جانب سے ہے اور برائی تیری طرف سے نہیں ہے) اس کا نام بندگی اور ایمان ہے اور تمام مقبول اور بزرگ لوگوں کا یہی طریق رہا ہے کہ جو دلبر کہے اسے قبول کرے۔

اور ہاں جان بیٹا! اپنی عقل اور فہم کو اوامر ونہی کے تابع کر کے خاموشی اختیار کی جاتی ہے اور پھر دعا کر کے اس سے قبولیت کی امید رکھی جاتی ہے۔

یہ تو اللہ کی رحمت کی حد ہے کہ وہ کلام پاک میں فرماتا ہے کہ مجھ سے مانگو میں دوں گا تمہارا کام ہے مجھ سے مانگتے رہنا اور میرا کام ہے نوازتے رہنا۔

بندہ کا کام ہے دعا کرنا اور مانگتے رہنا کیونکہ وہ چار صفتوں سے موصوف ہے:

(1) فقر، (2) ضعف، (3) عجز، (4) خواری

اور اللہ تعالیٰ میں چار صفات ہیں جن سے وہ موصوف ہے:

(1) غنا، (2) قوت، (3) قدرت اور (4) عزت

اور بندے کے اندر جو صفات ہیں وہ پرتو اور عکس ہیں اوصاف اللہ کی صفتوں کا جب

Marfat.com

بندہ اس کی صفات کا اکمل ہو جاتا ہے تو خدا کے انوار اور صفات کا اثر اس کے اندر پیدا ہوتا ہے یعنی اس کی تاریکی روشنی سے بدل جاتی ہے اور اوصاف اللہ کا اس کے اندر اثر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ العیاذ باللہ وہ خدا کے اوصاف سے موصوف ہو جاتا ہے کہ اللہ اپنی صفات سے اس میں حلول کر لیتے ہیں۔ حاشاو کلا اللہ کی صفات ہرگز ہرگز کسی میں منتقل نہیں ہوتیں اور نہ کسی دوسری جگہ حلول کرتیں ہیں بلکہ اللہ کی صفت کا عکس اور پرتو بندہ پر پڑتا ہے۔

بندہ کے لئے مناسب ہے کہ وہ دعا کرتا رہے اس لئے کہ وہ رب العالمین ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بندہ اللہ سے کیا طلب کرے تو حدیث میں وارد ہے کہ اللہ سے عافیت کا سوال کرے اس لئے کہ یہ (عافیت) محبوب ترین چیزوں میں سے ہے۔ جس میں سب ظاہرو باطن نعمتیں شامل ہیں۔

عرض مئولف

(اللہ تعالیٰ میرے تمام دینی بھائیوں پر مہربانی فرمادیں اور جمع احوال میں عافیت میں رکھ کر ظاہری، باطنی، عقلی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین! اور تمام لوگوں کی تمام مشکلات کو حل فرمادیں۔ ثم آمین!)

فرمایا کہ اگر کوئی اہل اللہ کی صحبت میں رہ گیا اور ان کے کہنے پر عمل کرلیا اس وقت محبوب حقیقی کے ساتھ اس کا تعلق ہو جائے گا اور دوسروں پر نظر نہ اٹھے گی (محبت میں خلوص شرط ہے) پھر یہ حال ہو جاتا ہے کہ

"ایک ہی کو پڑھ 'ایک ہی کو جان اور ایک ہی کو کہہ تو اہل اللہ کی صحبت اختیار کر اور اگر خلوص نہ ہو تو فلوس بھی نہ ہو (یعنی دنیا کے لئے بھی نہ ہو۔)"

عارف

فرمایا! عارف اسے کہتے ہیں جو امراض نفس سے واقف ہو اور ان کا علاج درست طور

Marfat.com

پر کر سکتا ہو۔ (ان الفاظ سے حضرتؒ کے عرفان کا اندازہ ہوتا ہے۔)

فرمایا' اتنی بے فکری بھی درست نہیں کہ اپنے امراض نفسیہ کا علاج بھی نہ کرے اور اتنی فکر بھی بری ہے کہ باوجود شیخ کے سپرد کرنے کے ہر وقت متفکر رہے۔ شیخ کے سپرد ہونے کے بعد بے فکر ہو جائے اور اس کی اتباع کی فکر کرے۔

حفاظت اسلام

فرمایا' حفاظت اسلام کے لئے اہل اللہ سے بیعت ہو جاویں یہ عمل حفاظت اسلام (ایمان) کے لئے بڑا سنگین پہرہ دار ہے۔ تقویٰ حال سے پیدا ہوتا ہے اور حال کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے کیونکہ یہ نفس اس کے بغیر سیدھا نہیں ہوتا۔

تواضع و توجہ

کبھی تو حضرتؒ کی گفتگو سے انتہائی تواضع ظاہر ہوتی ہے:

نہ د شاخ پر میوہ سر بر زمین

ایک بار فرمایا میاں ہم اس نیت سے بیعت کر لیتے ہیں کہ اگر مرید زوردار ہوا تو ہم کو لے جائے گا اور اگر ہم زوردار ہوئے تو اس کو لے جاویں گے۔ (یہ کلام اظہار تواضع کی عکاسی کرتا ہے۔)

توبہ

جو مشائخ اہل ادراک ہیں وہ رات دن دیکھتے رہتے ہیں کہ مریدین کو ان سے کیا کیا فیض ہوئے لیکن اس سے کہتے اس لئے نہیں کہ ان کا دماغ نہ بگڑ جائے اور عجب اور کبر میں مبتلا نہ ہو جاویں اس لئے شیخ کی اتباع کرنا علاج اعظم ہے۔

تلقین ذکر

فرمایا' ذکر کی تلقین ہم اس لئے کرتے ہیں کہ یہ وصول الی اللہ کے لئے ہے۔ اگر ایک مرتبہ بھی لفظ "اللہ" خلوص کے ساتھ منہ سے نکل جائے تو یہ کافی ہے' وصول الی اللہ کے

Marfat.com

لئے۔ مگر ذکر ہمت سے زیادہ نہ کرنا چاہئے اور جتنا ہو سکے اسے بے کار نہ سمجھو۔ قاعدہ سے بے قاعدہ سے ناغہ سے بلاناغہ سے کرتے رہو ایک دن عنایت ہو ہی جائے گی۔

ناراضگی

فرمایا کہ شیخ جو اپنے خدام سے کبھی کبھی ناراض ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ کبھی دور بھی کر دیتے ہیں تو وہ صرف زبان سے ناراض ہوتے ہیں دل سے نہیں۔ بلکہ دل سے کشش رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نکالنے سے وہ جاتا نہیں بلکہ معذرت کرتا ہے اور معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ یہ شیخ ہی کے جذب کا اثر ہے۔ پس اکثر محبت اول شیخ ہی کو ہوتی ہے ورنہ ان کی نفرت کی صورت میں دوسرے کا انجذاب عادتاً مستبعد ہو جاتا ہے۔

غذائے جسمانی و روحانی

فرمایا' جس طرح ذکر اللہ کی کثرت سے غذائے جسمانی میں کمی آجاتی ہے۔ اسی طرح غذائے جسمانی سے غذائے روحانی یعنی ذکر اللہ میں کمی آجاتی ہے۔

دعا

فرمایا' دعا میں صرف معنی ہی مقصود ہے اور عبادات میں گو معنی ہی اصل مقصود ہے مگر تاہم ایک درجہ میں صورت بھی مقصود ہے اور وہ ہے نیاز' انکسار' خشوع قلب اور جب یہ بھی نہ ہو تو وہ دعا کیا ہوئی۔

جتنی بھی عبادات اگر تمام دنیا کے لئے ہوں تو عبادات نہیں رہتیں مگر دعا ایک ایسی چیز ہے کہ دنیا کے لئے بھی ہو تب بھی عبادت ہے اور اس کا ثواب ملتا ہے۔ مثلاً دعا میں مال' دولت' رزق اور کوئی دنیاوی حاجت مانگے پھر بھی ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ امور اختیاریہ میں بھی اس کی سخت ضرورت ہوتی ہے ہرچند کہ ان کا وجود اور ترتیب بظاہر تدبیر اور اسباب پر مبنی ہے اگر اس پر غور کیا جائے تو ان اسباب کا جمع ہونا حقیقت میں غیر اختیاری ہے۔ مثلاً کھیتی میں ہل چلانا اور بیج بونا اختیاری ہے۔ مگر پالا زیادہ پڑ جانا یا کوئی اور آفت کا آنا

Marfat.com

غیر اختیاری اور اس کا علاج دعا کے سوا اور کوئی نہیں۔

فہم اور تقویٰ

فرمایا' نور فہم' تقویٰ حال سے پیدا ہوتا ہے وہ بھی کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے کیونکہ یہ نفس بدوں اس کے سیدھا نہیں ہوتا۔

اصلاح

فرمایا' بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاح کامل بھی نہ ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر نظر ہونے لگتی ہے اور یہ بھی کافی ہے اور مفتوح ہے طریق کی۔ جس شخص کو اپنے عیب بھی نظر نہ آویں تو پھر اس سے بڑھ کر کون محروم ہو سکتا ہے۔

فیضان نبوت

فرمایا' اگر حق تعالیٰ کے ساتھ قلب میں صحیح رابطہ نصیب ہو جائے تو بغیر کتاب اور استاد کے علوم نبوت کا فیضان قلب میں موجزن دیکھو گے۔

وہ مٹکہ جس کو سمندر سے رابطہ نصیب ہو جائے اس کے سامنے دریا بھی زانوئے ادب طے کرتے ہیں کیونکہ دریا تو خشک ہو سکتا ہے مگر وہ مٹکا جس کا رابطہ سمندر سے قائم ہو جائے باوجود اپنی افادیت کے کبھی خشک نہ ہو گا۔

نسبت میسر ہونے کے بعد اب تو مؤلف کو کہنا پڑ گیا کہ

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کر دیا روح المعانی
جو ہو سکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پا سکیں لفظ و معانی

صراط المستقیم

فرمایا کہ اگر کوئی صراط المستقیم پر ہے تو اس کے لئے تمام ظلمتیں انوار ہی ہیں۔ کیا تم

Marfat.com

نے نہیں دیکھا کہ آنکھیں منبع انوار ہیں مگر خود سیاہ ہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ لطیفہ اخفی کا لون بھی سیاہ ہے اور تجلی ذاتی اصطلاح سیاہ رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس اگر اعمال اختیاریہ میں خلل نہیں تو قلب میں کیسی ہی ظلمت ہو وہ سب خیر و نور ہی ہیں چاہے وسواس کیسے ہی کیوں نہ ہوں ان سے گھبرانا نہیں چاہئے البتہ استغفار کا ورد اس سے چھٹکارا دے سکتا ہے۔

فرمایا' کتابوں سے دین نہیں ملتا۔ ضابطہ دین تو کتاب سے آسکتا ہے مگر حقیقی دین بنا کسی کی جوتیاں سیدھی کئے بلکہ جوتیاں کھائے نہیں آتا کیونکہ

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

فیضان بزرگان

فرمایا' بزرگوں کا فیض بعد وفات بھی ہوتا ہے۔ برکت بڑی وسیع چیز ہے تجربہ کر کے دیکھ لو اور اہل ظلمت کی تصنیف میں گو اس میں باتیں نوری ہی ہوں۔ ظلمت ہوتی ہے اور اہل اللہ کی تحریر سے نور پیدا ہوتا ہے گو مضامین معمولی ہوں اور ذوق صحیح سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اہل اللہ کے الفاظ میں ایک خاص اثر ہوتا ہے۔

کیمیا گری

فرمایا' مثل تانبہ کے کیمیا گر کی خدمت کرتا رہ وہ اپنے فیض محبت سے تجھے سونا بنا دے گا (صحبت شیخ پتھر کو موتی بنا دیتی ہے۔)

میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

راہ عشق

فرمایا' راہ عشق میں بے ہوشی مفید اور ہوش مضر ہے (یعنی محبوب سے باہوش اور باخبر اور غیروں سے بے ہوش اور بے خبر ہونا ہی تکمیل عشق ہے) اس لئے فرمایا:

Marfat.com

تو کر بے خبر ساری دنیا سے مجھ کو
الٰہی رہوں اک خبردار تیرا

اس کا مطلب یہ نہیں کہ بال بچوں' اقرباء و احباب سے بھی بے خبر ہو جائے بلکہ ان کی خبر گیری بھی اللہ ہی کے لئے ہو ان سے بدلہ لینے یا بدلہ دینے کی نیت سے نہ ہو۔ اس طرح یہ بھی عین عبادت ہو گی۔

سوال: وحدۃ الوجود کی وضاحت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: مسئلہ وحدۃ الوجود حقیقت میں حالی ہے قالی نہیں۔ وہ حال یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی ذات پیش نظر ہوتی ہے۔ تو اس وقت دوسروں کا اور خود اپنا وجود کالعدم نظر آتا ہے۔ جیسے کسی خیال میں منہمک شخص کو دوسری چیزوں کی مطلق خبر نہیں ہوتی یہاں تک کہ اگر اس کے قریب آ کر بھی اگر کوئی اس کو آواز دے تو وہ مطلق بے خبر ہو گا۔

اسی طرح صاحب حال جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر پہلے ذات کی طرف پڑتی ہے اور پھر صفات پر یعنی وہ صفات میں بھی ذات ہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ ہے مسئلہ وحدۃ الوجود۔

خشوع

خشوع کے معنی ہیں کہ اپنے اختیار سے دوسرا خیال نہ لانا (عبادات میں) یہ نہیں کہ دوسرے کا خیال دل میں نہ آئے۔ خیال کا آنا تو اختیاری نہیں اور خیال کا لانا اختیاری ہے۔ پس نماز میں از خود خیال نہ لانا چاہیے۔ اگر خیال خود آویں تو التفات نہ کریں انشاء اللہ از خود کم ہو جائیں گے۔

ذکر کے درجات

فرمایا' ذکر کے تین درجات ہیں ایک تو وہ جس میں صرف زبان کو حرکت دی جاتی ہے مگر دل متوجہ نہیں ہوتا یہ درجہ سب سے کم ہے۔

دوسرا درجہ زبان کو حرکت نہ دی جائے صرف قلب سے ذکر کیا جائے یہ پہلے درجہ

Marfat.com

سے افضل ہے تیسرا یہ کہ زبان کو بھی حرکت دی جائے اور قلب بھی متوجہ ہو یہ سب سے بڑھ کر افضل ہے لیکن منید کے وقت ذکر قلبی سب سے افضل ہے کیونکہ اس وقت ذکر لسانی نہیں ہو سکتا۔

ذکر قلبی ذکر لسانی سے پیدا ہوتا ہے اس لئے زبان کو ہر وقت ذاکر رکھنا چاہئے گو کسی وقت ذکر قلبی سے خالی ہو (وہ بھی اگر خلوص سے ہو تو مؤثر ہوتا ہے۔)

اعتدال فکر

فرمایا' اتنی فکر بھی درست نہیں کہ نفسیاتی مریض بن جائے اور اس کا علاج بھی نہ کرے اور اتنی فکر بھی بری ہے کہ باوجود خود کو شیخ کے سپرد کرنے کے ہر وقت متفکر رہے۔ شیخ کے سپرد ہو جانے کے بعد بے فکر ہو جائے اور اس کی اتباع کی فکر کرے۔

تصوف

فرمایا' تصوف سب کا سب ادب ہی تو ہے ہر وقت' ہر مقام اور ہر حال کے لئے ادب ہے۔ جو مرید آداب بجالانے کو اپنے اوپر لازم کرلے وہ مردان حق کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے اور جو آداب کو ضائع کردے وہ اس لحاظ سے کہ اپنے آپ کو قریب سمجھتا ہے' بعید ہوتا ہے اور اس حیثیت سے مردود ہوتا ہے اور خود کو مقبول خیال کرتا ہے۔

تقدیر

تقدیر کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ہم خیر و شر میں مجبور ہیں۔ تقدیر الٰہی کا مفہوم صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم اپنے اختیار اور ارادہ سے جو خیر و شر کرنے والے تھے حق تعالیٰ نے اپنے علم ازلی ابدی سے اس کو محفوظ فرمایا ہے۔ پس اس علم الٰہی کا نام تقدیر ہے۔ اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس نے ہمیں مجبور کردیا۔

اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے اسے اگر بندوں کی ہدایت عزیز نہ ہوتی تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خون مبارک جس کا ہر قطرہ بھی الہام ہے تمام انسانیت کے قطرات لہو کا

Marfat.com

بازار طائف میں ہماری ہدایت کے لئے نہ بہتا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں (سورہ احزاب میں) وہ ایسا رحیم ہے کہ وہ خود بھی اور اس کے فرشتے بھی تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آوے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر مہربان ہے۔
(آیت 43 رکوع 6)

فرقہ جبریہ کہتا ہے کہ امر و نہی سب بے کار ہیں کیونکہ ہمارے اندر اختیار ہی نہیں ہم تو مجبور محض ہیں۔ فرض کرو کہ انسان کے سب افعال غیر اختیاری ہیں تو پھر یہ کیوں کہتے ہیں کہ یہ کام تو نے ایسا کیوں کیا اس طرح دنیا میں دارو گیر کا وجود ہی نہ ہوتا اور آپس میں یہ کیوں کہتے ہیں کہ یہ کام کرلو اور یہ نہ کرو۔

اگر تندرست آدمی کے ہاتھ سے کوئی چیز گر کر ٹوٹ جائے تو اس کو ڈانٹتے ہیں اور اگر کسی رعشہ کے مریض کے ہاتھ سے گر کر کوئی چیز ٹوٹ جائے تو اسے معذور سمجھتے ہیں۔ اگر عدم اختیار اور اختیار برابر ہیں تو دونوں میں فرق کیوں کرتے ہو؟

کفر

فرمایا' کفر کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ حق تعالیٰ اس کا خالق ہے اور دوسری حیثیت یہ کہ انسان اس کفر کا کاسب یعنی اختیار کرنے والا پس پہلی صورت میں حکمت ہے اور دوسری صورت میں آفت۔ یعنی ہر شر اور عیب اپنی پیدائش کے لحاظ سے حکمت ہے اور حق تعالیٰ کے کسی فعل کا حکمت سے خالی ہونا محال ہے لیکن اس شر و عیب کو جب مخلوق اختیار کرتی ہے تو یہی شر و عیب ضرر رساں بن جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ خلق اور کسب کا فرق ضروری ہے۔ مرتبہ خلق میں ہر شر حکمت ہے اور مرتبہ کسب میں آفت۔

آخری ایام

بیس محرم الحرام 1404ہجری (20 محرم الحرام) کو مؤلف محمود شاہ صاحب کے ساتھ ان کی ہدایت پر پاک پتن شریف گیا کہ سید امور الحسن ؒ کو لاہور لے آویں کیونکہ دوسرے دن یعنی 21 محرم الحرام کو آپ ؒ نے حاجی منظور صاحب کی رہائش پر تشریف لانا تھا۔ ہم بہت صبح ہی

Marfat.com

خانقاہ شریف پہنچ چکے تھے۔ حضرتؒ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ بہت اچھا ہوا تم لوگ آگئے۔ بعد فراغت ناشتہ آپ نے لاہور کی تیاری کی۔ طبیعت میں کچھ انتشار ضرور تھا اور بوجہ بیماری نقاہت بھی۔ بحرکیف آپؒ نے گاڑی میں نشست فرمائی اور ہم بجانب لاہور براستہ دیپال پور چل دیئے۔

راستہ میں گفتگو، طنز و مزاح جاری تھا۔ میں نے عرض کیا حضور آپ نے فرمایا تھا کہ جی۔ ٹی روڈ پر اگر خانقاہ کے لئے جگہ مل جائے تو بہت اچھا ہو۔ اب جگہ ہر لحاظ سے مناسب اور تعمیر شدہ مل گئی ہے آپ ملاحظہ فرمالیں۔ آپ نے خاموشی اختیار کی پھر فرمایا اچھا دیکھا جائے گا۔

پھر آپ نے فرمایا۔ جان! یہ پڑھا کرتے ہو۔ میں عرض کیا نہیں۔ اچھا تو اب پڑھا کرو۔ شاہ صاحب مرحوم نے بھی سن لیا خیر وقت ٹل گیا اور پھر گفتگو جاری ہوئی جس گاڑی میں بشیراں سوار تھی اس کو آگے جانے کا فرمادیا کہ جاکر ریاض کو کہنا کہ 7up کی بوتلیں اور دودھ کا انتظام کرے افطاری کے لئے۔ جب ہم یتیم خانہ چوک پہنچنے والے تھے تو فرمایا۔ جان تم جاکر حاجی (بھائی) منظور صاحب کو کہنا کہ حضرت آگئے ہیں یا فون کر دینا اور ریاض کو بھی افطاری کے انتظام کا کہہ دینا۔ اب تم اتر جاؤ۔

میں نے دیکھا کہ آپؒ براستہ بند روڈ چلے جارہے تھے۔ میں نے قبلہ محمود شاہ صاحب کی دوکان پر سے ریاض صاحب کو اور حاجی صاحب کو اطلاع کردی کہ آپؒ لاہور تشریف لے آئے ہیں اور یہ کہ ریاض بھائی حسب فرمان افطاری کا انتظام کرے۔

خود حضرتؒ محمود شاہ کی زمینوں پر خانقاہ جو موصوف نے اس نیت سے تیار کروائی تھی دیکھنے تشریف لے گئے اور اس کو بہت پسند فرمایا۔ دوسرے دن ونن پورہ تشریف لے آئے اور یوم شہادت علیؓ کی فاتحہ خوانی میں شرکت فرمائی۔ یہاں سے فارغ ہوتے ہی واپس پاک پتن تشریف لے گئے۔

اعلیٰ حضرتؒ کی وفات کی خبر سن کر آپؒ کی طبیعت بوجھل ہوگئی تھی مگر خاموشی اختیار

Marfat.com

کی۔ اگلے دن گڑھی شاہو سے کچھ بھائی بھی آگئے اور حضرت کا تذکرہ شروع کیا۔ آپ نے فرمایا جب تک میں تصدیق نہ کرلوں اس خبر پر کیسے ایمان لے آؤں۔ بحرکیف آپؒ کی آنکھیں اشک بار تو نہ تھیں مگر بوجھل ضرور تھیں۔

اس کے بعد آپ زیادہ تر خاموش ہی پائے گئے۔ مجھے یاد ہے کہ اعلیٰ حضرتؒ نے آخری بار میرٹھ جانے سے قبل (خانقاہ آوٹ فال میں) فرمایا تھا محمود شاہ میں تمہارے پیر کو ساتھ لے جارہا ہوں۔ محمود شاہ صاحب نے جواب میں عرض کیا۔ "مالک ہیں آپ" مگر جاتی بار ساتھ نہ لے گئے۔ اس بار بارڈر (واہگہ) پر آپ (شاہ لطیفؒ) کی طبیعت اس قدر مکدر ہوئی جو پہلے بھی کبھی نہ دیکھی گئی تھی اور آپؒ کی آنکھوں کے آنسو تھمتے ہی نہ تھے اور اپنے بچوں کو بہت حسرت سے دیکھ رہے تھے اور نظرِ عنایت بھی فرما رہے تھے۔ جب آپؒ نے بارڈر عبور کرلیا تو محمود شاہ صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ "حضرت کو ساتھ لے کر نہیں گئے اچھا ہوا۔" مگر آپؒ کے وفات کی خبر سن کر ہم دونوں نے یہ قیاس کرلیا کہ اب حضرت زیادہ دیر ہمارے ساتھ نہ رہیں گے کیونکہ قلندر "ہرچہ گوید دیدہ گوید۔" وہی ہوا کہ شاہ امورالحسنؒ بھی نوماہ بعد اپنے شیخ سے جا ملے۔

آپ کے وصال کے ایک دن قبل ہم تمام بھائی حضرتؒ کے فرمان کے مطابق گڑھی شاہو میں محفل ذکر کا اہتمام کر رہے تھے۔ دستر خوان سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ فون آگیا کہ حضرتؒ کی طبیعت سخت خراب ہے۔ اس کا ذکر اس وقت بھائیوں میں نہ کیا گیا۔ (مبادا کہ ان کی طبیعت بوجھل ہو جائے) اور تمام فارغ ہونے کے بعد چلے گئے۔

رات گئے محمود شاہ صاحب نے مجھے فون کیا کہ بھائی جلدی آجاؤ پاک پتن کا ارادہ ہے۔ میں رات ہی کو ان کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا کیونکہ رات کافی گزر گئی تھی ارادہ یہ ہوا کہ سحر کے وقت چل دیں اور حضرت کو برائے علاج لاہور لے آویں۔ ہم نے اگلی صبح (محمود شاہ، احسن شاہ اور بندہ) پاک پتن شریف کا رخ کیا۔ تمام وقت قریباً خاموشی میں گزرا۔ جب زیارت فرمائی تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا اچھا ہوا تم آگئے۔ محمود شاہ صاحب نے ارادہ

Marfat.com

کا اظہار کیا اور اگلی نشست جو فولڈنگ تھی اس کو چارپائی کی شکل دے دی۔ آپ گاڑی تک تشریف لائے مگر یہ کہہ کر "چھوڑو یار سفر میں کون سفر کرے۔" واپس تشریف لے گئے اور گفتگو فرماتے رہے۔ قریباً دس پون دس بجے گڑھی شاہو کے کچھ بھائی بھی تشریف لے آئے۔ آپ پوری تسلی سے گفتگو فرماتے رہے۔ پھر آپ نے غربی دیوار کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "تمام باہر نکل جاؤ۔" احسن شاہ صاحب دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے۔ میں پائنتی کی طرف بیٹھ گیا۔ قبلہ شاہ صاحب سرہانے کی جانب سرک گئے اور آپ کی مسافر روح منزل مقصود پر جا پہنچی وقت 15-10 کا تھا (18 شوال 1404 ہجری 27 جون 1986ء) ہم تمام بھائی مبہوط کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

کچھ سمجھ نہ آتی تھی کہ کیا کیا جائے۔ محمود شاہ صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر بھائی اب کیا کریں۔ میں نے عرض کیا کہ غسل دے کر کفن پہنا دیا جائے۔ مگر ہم دونوں جانتے تھے کہ کفن بھائی شمیم صاحب نے ہی دینا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کفن کا بندوبست کریں یہ میری ذمہ داری ٹھہری۔ احسن صاحب کپڑا لے آئے۔ عشرت بھائی سے رابطہ قائم کیا اور اطلاع بھائی شمیم صاحب کو پہنچ گئی۔

بھائی ذوالفقار صاحب کو ہم نے بکس بنانے پر لگا دیا میں نے عرض کیا بھائی یہ تمام کام آپ نے اکیلے ہی کرنا ہے۔ انہوں نے سخت محنت سے رات بھر کی محنت کے بعد بکس تیار کر ہی لیا اور خود تھکاوٹ سے چور چور ہو گئے اللہ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین! دوسرے دن بھائی شمیم صاحب بھی تشریف لے آئے میں نے ان سے خرچ شدہ رقم لے لی۔ اس طرح حضرتؒ کا فرمان بھی پورا ہو گیا اور بعد نماز جنازہ۔ جو حافظ غلام علی شاہ صاحب نے پڑھائی۔ آپ کو آپ کی مجوزہ جگہ پر لٹا دیا گیا۔ تمام بھائیوں کی حالت اور کیفیت کا اندازہ لگانا مشکل تھا اس لئے ضبط تحریر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حالی اور کیفی چیز قلم کی زد سے بہت دور ہوتی ہے۔

الٰہی صدقہ پیران عظام
دم آخر ہو میرا نیک انجام

Marfat.com

طفیل آل اصحاب سرفراز
ہو تیرا فضل ہر دم میرا دم ساز
وہ قوت بخش دے اے رب عالم
کہ اپنے نفس پر قابو ہو ہر دم
بوقت نزع ہو کلمہ زبان پر
اٹھوں نیکوں میں شامل روز محشر
غرض دونوں جہاں میں کر تو امداد
بحق ہر ہمہ عباد و زہاد

شعروشاعری سے لگاؤ

ہمارے ایک بھائی جو جسم کے تو اکہرے ہیں مگر فہم و ادراک کے دوہرے۔ نام تو موصوف کا سلمان ہے اور تخلص ندرت۔ خوب ہیں گفتگو پر سلیقہ' جب بھی خانقاہ میں تشریف لاتے اور بعد قدم بوسی حضرت" ان سے اکثر نئی چیز کی فرمائش فرماتے۔ آپ" کا یہ فرمان اس امر کی عکاسی کرتا ہے کہ آپ" کو شاعری سے کافی لگاؤ رہا ہے۔ ندرت صاحب بھی ندرت ٹھہرے ان کی ہر ادا میں ندرت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ ان کی چند کاوشیں جو حضرت کی داد کی مستحق ہوئی ہم درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

Marfat.com

نعت

جہاں آپؐ کا ہے، عدم آپؐ کا
دو عالم پہ یکساں کرم آپؐ کا

وہاں آپؐ پر ہیں درود و سلام
یہاں ذکر کرتے ہیں ہم آپؐ کا

دو عالم میں سرکار میرے لئے
عزیز دل و جاں ہے دم آپؐ کا

یہ ارفع تقدس، کہ کونین میں
ہے پیکر بہت محترم آپؐ کا

دو عالم کی خوشیاں فدا کیوں نہ ہوں
میرے دل کی زینت ہے غم آپؐ کا

خدا کے سوا بزم کونین میں
کرے کون اسوۂ رقم آپؐ کا

خدا نے خدائی اسے بخش دی
بھرا ہر نفس جس نے دم آپؐ کا

غریبوں پہ شاہ امم آپؐ کا
کرم ہو کرم ہو کرم آپؐ کا

جبیں اپنی ندرت دکھنے لگی
سجایا جو نقش قدم آپؐ کا

Marfat.com

غزل

نہیں ہاں نہیں ہم نے دیکھا نہیں کہ تم سا حسیں ہم نے دیکھا نہیں
نگینوں کی دنیا میں ایسا نگیں کبھی اور کہیں ہم نے دیکھا نہیں
تمہارے سوا بزم کونین میں کوئی مہ جبیں ہم نے دیکھا نہیں
علاوہ تمہارے خدا کی قسم کوئی دل نشیں ہم نے دیکھا نہیں
حسیں اس قدر کشت گلنار میں گلاب مبیں ہم نے دیکھا نہیں
ہوا جب سے ندرت تمہارا ہوا
اسے پھر کہیں ہم نے دیکھا نہیں

کہیں جس دل میں تیرا غم نہیں ہے وہ دل برباد دل سے کم نہیں ہے
چراغ دل کی لو مدھم نہیں ہے کرم ان کا یہ مجھ پر کم نہیں ہے
میرا مسلک ہے ان کو یاد کرنا میرے مسلک میں درد غم نہیں ہے
جمال یار کو جی بھر کے دیکھوں میری آنکھوں میں اتنا دم نہیں ہے
رہے قائم میرا ان سے تعلق
مجھے محشر کا ندرت غم نہیں ہے

Marfat.com

حضرتؒ کی مجلس میں انہوں نے کئی بار برجستہ اشعار کہے جو حضرت نے بہت سراہے ان میں سے چند یہ ہیں ؎

زیب دیتا ہے دعویٰ اسے یکتائی کا
کام نادان سے لیتا ہے جو دانائی کا

●●

نسبت خاص ہے راہ نوردی سے مجھے
ورنہ اوجھل مری آنکھوں سے تو منزل بھی نہیں

●●

بعد اللہ کون سمجھا ہے
ذات اقدس ہے آپؐ کی کیسی؟

●●

وعدۂ ضبط جنوں ان سے ہوا ہے ورنہ
راز فطرت کا میری آنکھ سے محجوب نہیں

●●

Marfat.com

سلام عقیدت بعنوان نذر عقیدت

بحضور قبلہ و کعبہ محبوب خدا منظور سبحانی شارح احکام ربانی

سید امور الحسن رحمتہ اللہ علیہ

آپ ہیں محبوب رب کبریا آپ سے خوش سرور ہر دو سرا
آپ ہیں تمثیل دین مصطفےٰ آپ ہیں روشن چراغ مرتضیٰ
آپ ہی ہیں دلبر مولا علیؑ
آپ ہی ہیں مظہر مولا علیؑ

آپ ہی ہیں عشق کی رافع کتاب آپ کو ازبر ہوئے الفت کے باب
آپ کے صدقہ میں بے حد و حساب اک زمانہ ہو رہا فیض یاب
آپ سے منسوب ہیں بیداریاں
آپ پر قربان ہیں دلداریاں

آپ اہل چشت میں ممتاز ہیں آپ یکتا اور سرافراز ہیں
عاشقان صدق کے ہمراز ہیں طائران عشق میں شہباز ہیں
آپ کے قدموں میں ساری رفعتیں
آپ کے گن گا رہی ہیں عظمتیں

Marfat.com

آپ صوفی اور ولی ہیں باخدا آپ ہی ہیں رہبر اہل وفا
آپ سے مربوط ہیں صدق و صفا آپ سے مانوس ہے وقت رسا
آپ ہی سے حرمت فیضان ہے
آپ کا ہم پر بڑا احسان ہے
آپ تو ہیں دلبر خیر الانام آپ کو حاصل ہے یہ ارفع مقام
یا امورو یا امورو صبح شام ورد لب پر نام ہے حاصل کلام
السلام اے جان ندرت السلام
السلام ایمان ندرت السلام

Marfat.com

Marfat.com

فہرست عنوانات

حصہ دوم

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
انتساب	۳	اضطراب و سکون	۴۵
تعارف	۵	خواجگی و بندگی	۴۷
عرض مؤلف	۶	بصارت اور بصیرت	۴۹
حمد	۸	مشاہدہ جمال	۵۱
سید الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۰	پردہ پوشی	۵۲
شرف انسانیت	۱۳	پیام تجلی	۵۴
نائب حق	۱۶	ایمان اور محبت	۵۶
محبت	۱۷	خدائی خدمت گار	۶۱
محبت کی سوداگری	۲۱	عرش	۶۳
عبودیت کا تکمیلہ	۲۳	حق کی سربلندی	۶۷
ایمان واستغفار	۲۵	رضا کی منزل	۶۹
امرِ ربی	۲۹	ظاہر باطن	۷۲
دل	۳۲	راہِ زندگی	۷۳
قلب سلیم	۳۵	بارگاہ جمال	۷۴
تجلیات	۳۹	آداب مریدین	
نشہ و کیف	۴۱		
موج واضطراب	۴۳		

Marfat.com

Marfat.com

"انتساب"

میں اپنی اس تالیف کو اپنے مرّبی دوست حاجی اصغر صاحب دام اقبالہ سے منسوب کرتا ہوں اور تمام معاونین کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں۔

جان عالم عفی عنہ

Marfat.com

Marfat.com

تعارف

بھائی جان عالم نے جس انداز میں سیدی امورالحسن رحمہ اللہ کے اقوال کو کوزہ میں بند کیا وہ قابل تحسین ہے۔ اور عنوان "انوار لطیف" قابل ستائش۔ اگر ہر قول پر کاوش کی جائے تو ایک کتابچہ فی قول آسانی سے لکھا جاسکتا ہے۔ افسوس اس امر کا ہے کہ آپ کے فرمان کے باوجود یہ ناچیز آپ تک وہ تعلیمات نہ پہنچاسکا جو میرے پاس محفوظ ہیں۔ مزید افسوس تو اس بات کا ہے کہ خلیفہ مجاز ملا شفیع صاحب جو عرصہ دراز حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے آپ کو کچھ فراہم نہ کرسکے۔

اگر "انوار لطیف" کے دوسرے حصہ میں آپ نے جو حضرت رحمہ اللہ کے مواعظ اور تعلیمات کی تشریح فرمائی وہ تو سونے پر سہاگہ ثابت ہوئی۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے ماشاءاللہ تحریر اور تربیت دونوں طرح سے خلیفہ مجاز ہونے کا حق ادا کردیا۔ انشاء اللہ ہر دو مجموعہ جات تمام بھائیوں کیلئے حقیقت میں روشنی کا مینار ثابت ہوں گے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس مجموعہ میں "آداب مریدین" جو قبلہ محمود شاہ صاحب نے حضرت رحمہ اللہ کے ارشاد پر چھپوائے تھے ان کو ضرور شامل کردیں کیونکہ میں نے حضرت رحمہ اللہ کو اکثر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تصوف تمام کا تمام ادب ہی تو ہے۔ اور ہر ذی ہوش جانتا ہے کہ "ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں" اور شیخ کے اقوال مواعظ اور تعلیمات کا ادب تو ہر لحاظ سے واجب ہے۔

والسلام

سیّد امیرالحسن

خلیفہ مجاز

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"عرض مؤلف"

مشائخ چشت کے کارناموں کا سب سے اہم پہلو ان کے نظام اصلاح اور تربیت سے وابستہ ہے۔ انہوں نے سماج کے فاسد عناصر کی اصلاح اور انسانیت کی اخلاقی سطح بلند کرنے کے لئے جو مؤثر طریقہ اختیار کیا تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ دور حاضرہ کے علوم عقلیہ اور سائنس کی ترقیات پر بہت بڑا فخر اور ناز ہے اور یہ فخروناز بڑی حد تک حق بجانب ہے۔ انسانیت نے ایک طرف اگر قواعد فطرت کی تسخیر میں حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کی ہیں تو دوسری طرف فطرت انسانی کے بہت سے اسرار کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ لیکن ان ترقیات کے باوجود بھی عصر حاضرہ کے ماہرین نفسیات و محققین انسانی دل ودماغ کے گوشوں تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوسکے کہ کیسے یہ مشائخ اشاروں میں انقلاب برپا کردیتے تھے۔ اسباب کی تلاش ہو تو غور سے سنیئے۔ آج بھی ان کی پاک ارواح یہ کہتی ہوئی سنائی دیتی ہیں۔

عصر حاضر را خرد زنجیر پاست
جان بے تابے کہ من دارم کجاست

بچشم عشق نگر تا سراغ خود گیری
جہاں بچشم خرد سیمیاؤ برنگ است

ان کی نفسانی بصارت کا چشمہ اعمال و عمل کی قوت سے ابلتا تھا اور ان کی نگاہ میں ایسی تاثیر پیدا کردیتا تھا کہ جس کی طرف دیکھ لیتے اس کی زندگی میں معصیت کے سوت خشک ہوجاتے۔ افسوس کی بات ہے کہ ان بزرگوں کے حالات پر کوئی لیٹریچر شائع نہیں ہوا۔ البتہ کرامات اور خرق عادت داستانوں کو مرکزی حیثیت دے دی گئی اور وہ بھی زبانی۔ حالانکہ انہوں نے اظہار کرامات کی نہ صرف جگہ جگہ مذمت کی

Marfat.com

بلکہ اس کو "حیض الرجال" سے تعبیر کیا۔ البتہ اہل محبت نے ان کی پاک زندگی کی کشش ان کے اصلاحی، اخلاقی، تدبیری تعلیمات میں محسوس کیں۔

حضرت رحمہ اللہ کی تعلیمات، اقوال، مکالمہ ومقالہ جات کا خزانہ جو مؤلف کے پاس رقم تھا میں محمود شاہ صاحب کی دلی خواہش پر طبع کیا گیا۔ مگر افسوس وہ بہتر (۷۲) کی نذر ہو گیا۔ ان تمام کو اس کتاب کے آخر میں جگہ دے دی گئی ہے کہ دینی بھائی اس سے بھی مستفید ہو سکیں۔ زیر طبع تالیف میں حضرت رحمہ اللہ کے مواعظ، ارشادات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اور ان کی علمی بصیرت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ بھی انشاء اللہ تعالی بھائیوں کیلئے روشنی کا مینار ثابت ہو گی۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ معاونین کیلئے دعائے خیر فرمادیں۔ آمین۔

جانِ عالم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد

فلک کے ستاروں، بارش کے قطرات بے شمار درختوں کے تنوں کے برابر حمد و سپاس کے لائق تو وہی ذات پاک ہے کہ واحدانیت جس کی صفت خاص ہے اس کے باوجود کوئی مخلوق اس کے کمال و جلال کی حدود بے پایاں سے آگاہ نہیں اور سوائے اس کے کسی کی مجال نہیں کہ اس کی معرفت کی حقیقت تک رسائی کا دعوی کر سکے۔ بلکہ اس کی معرفت سے آگاہی میں اقرار عجز ہی دوستانِ الٰہی کا بلند ترین مقام ہے۔

پیغمبروں اور فرشتوں کیلئے اس کی حمد و ثناء کا حق ادا کرنے کا آخری درجہ یہی ہے کہ وہ اس سے قاصر و ناقابل ہونے کا اعتراف کر لیں۔ عقلمندوں کی عقل کی یہی انتہا ہے کہ اس کے جلال کی ایک جھلک انہیں غرق حیرت کر دے۔ اور مریدانِ حق اور سالکانِ راہ سلوک کی منتہا فقط یہی ہو سکتی ہے کہ حضوری جمال کی جستجو میں حیران و ششدر رہ جاویں۔ تاہم اس کی معرفت سے آگاہی حاصل کرنے کے سلسلے میں ناامید اور مایوس ہو جانا تعطل و تساہل کے مترادف ہے۔ اسی طرح اس کی معرفت میں کمال حاصل کرنے کا مدعی ہونا بھی خام خیالی اور ناپختگی کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس کے مشاہدہ جلال سے آنکھ کا خیرہ ہو جانا ہی اس کا نصیب کہلا سکتا ہے۔

اس کے باوجود بھی اس کی عجیب و بوقلموں صنائع اور صفات سے آگاہی کیلئے غور و فکر کرنا ضروری ہے کہ یہ بجائے خود عقلمندوں اور داناؤں کیلئے بمنزلہ ثمر ہے۔

ایسا تو کوئی بھی نہیں ہو سکتا جو اس ذاتِ عظیم کے بارے میں یہ جاننے کی کوشش کرے کہ وہ کیا ہے اور کیسے ہے؟ لیکن کوئی قلب انسانی ایسا بھی ہونا چاہیے جو لحظہ بھر کیلئے اس کی صفتوں اور عجائبات سے غافل ہو کر یہ بھی نہ سوچے کہ خود اس کی اپنی ہستی کیا ہے۔ اور کس کی ذات کی بدولت قائم ہے۔ اور اس کی تخلیق

Marfat.com

کس کی طرف سے عمل میں آ گئی ہے۔ تاکہ وہ بقدر ضرورت اتنا تو جان سکے کہ جو کچھ ہے اس کی قدرت کی نشانیوں کی آئینہ دار ہے۔ ہر سوں اس کی عظمت کے آثار و انوار نمایاں ہیں اور یہ تمام عجیب و غریب کار خانۂ قدرت اس کی حکمت کے باعث ہے اور اس کے جمال کا پر تو ہر دور میں کار فرما ہے۔ جو کچھ بھی ہے اس کی طرف سے ہے اور اس کے ساتھ قائم ہے بلکہ سب کچھ وہ خود ہی ہے۔ اور اس کے بغیر کسی کی اگر کوئی حقیقت یا ہستی ہے ہی نہیں۔ اور ہر شے کا وجود محض اس کی ہستی پر نور کا محض ایک عکس ہے۔

سما ارض و خورشید یا ماہ ہے
جدھر دیکھ اللہ ہی اللہ ہے

اے ہمارے پروردگار، اپنی جناب سے ہمیں رحمت اور ہمارے کام میں ہمیں ہدایت عطا فرما۔ آمین۔ سب تعریفیں اللہ ہی کےلیے ہیں جس نے اپنے دوستوں کے لئے عالم ملکوت اور اپنے برگزیدہ بندوں کے لئے عالم جبروت کے بھید ظاہر فرمائے اور اپنے عاشقوں کا خون اپنے جلال کی تلوار سے بہایا اور اپنے عارفوں کے دل کو اپنے وصال کی خوشی کا مزہ چکھایا۔ وہی اپنی بے نیازی اور کبریائی کے انوار سے دلوں کی زمین کو زندہ کرنے والا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل اصحاب اور ازواج مطہرات اور اہل بیت سب پر اے اللہ اپنی رحمت نازل فرما۔ ثم آمین۔

Marfat.com

سید الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آب و گِل میں مدتوں آرائشیں ہوتی رہیں
تب کہیں اک آدمی کونین کا حاصل بنا

اگر آپ کا وجدان پندرہ سو سال کی الٹی زقند لگا کر پہلے زمانے کے واقعات کو تخیل کی نظر سے دیکھے تو اس کو نظر آئے گا کہ کس طرح دنیا بداعمالیوں سے ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی۔ کفر کی کالی گھٹا ہر طرف تلی کھڑی تھی۔ عصیان کی بجلیاں آسمان پر کوندتی تھیں۔ نیکی نفس کی طغیانیوں میں گھری ہوئی آس اور یاس کی حالت میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ کہیں روشنی کی کرن پھوٹے اور اس کو سلامتی کی راہ میسر آئے۔ وہ کفر کے اندھیرے میں پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہی تھی۔ ایسی حالت میں وہ چند قدم چل کر رک گئی اور سر راہ دوزانوں ہو کر عالم یاس میں سینے پر ہاتھ باندھ گردن جھکائے مصروف دعا ہو گئی اور نہایت ہی عجز والحاج سے بولی۔

اے نور اور ظلمت کے پروردگار غریب میں پرہول اندھیرے میں کب تک بھٹکتی پھروں اے آقا!

اپنے کرم سے اس نور کا ظہور فرما جو ظلمت کدہ کو منور کر دے۔ وہ نور پیدا فرما جو بے بصیرت کو طاقت بخشے"۔ اس نے آمین "آمین کہہ کر سر جھکایا۔ یک بیک اس کے دل میں خوشی کی لہر اٹھی اور اس کے اخسار نوشگفتہ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح شاداب نظر آنے لگے کیونکہ اسے قبولیت دعا کا القا ہو رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ ستاروں سے زیادہ روشن آنکھیں اٹھائیں۔ کفر کی گھٹائیں چھٹتی دکھائی دیں۔ افق مشرق پر محبت کی کہانی سے زیادہ دل کش پو پھٹتی دکھائی دی کیونکہ آفتاب ہدایت کی تیاریاں ہو رہیں تھی۔

۲۰/اپریل ۵۷۱ء بمطابق ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ (جمہور کا اس پر اتفاق ہے اور

Marfat.com

اہل عرب اس دن میلاد کا اہتمام کرتے آئے ہیں) کی مبارک صبح قدسی آسمان پر جگہ جگہ سرگوشاں تھیں کہ آج دعائے خلیل اور نوید مسیحا مجسم بن کر دنیا میں ظاہر ہو رہی ہے۔ جو حوریں جنت میں تزئین حسن کئے بیٹھی تھیں کہ آج صبح کائنات کا غمازہ نمودار ہوگا۔ جس کے عالم وجود میں آتے ہی شرک و کفر کی ظلمت ختم ہو جائے گی۔ غلام و آقا ایک ہو جائیں گے۔ شبنم نے عالم ملکوت کی ان باتوں کو سنا اور یہ پیام مسرت کرۂ ارض کے کانوں تک پہنچا دیا۔ وہ خوشی سے کھل گئے۔ کلیاں مسکرانے لگیں دن کے دس بجے آمنہ کے بطن سے وہ لعل جہاں تاب پیدا ہوا جس کے ذریعے قعر ذلت میں گری ہوئی انسانیت اٹھانا غریب و غلام کو پڑھانا عورت کو مرد کے برابر کر دکھانا ازل سے مقدر ہو چکا تھا۔

آپ جانتے نہیں کہ مصور اندھے کو تصویر نہیں دکھاتا تصویر وہیں دکھائی جاتی ہے جہاں خیال ہو کہ بصارت موجود ہے اور ذوق سلیم بھی۔ دیکھنے والا فنی لطافتوں کی صلاحیت رکھتا ہے اندھے کو کوئی فن نہیں دکھاتا۔ صاحب نظر مل جائے تو دکھائے بغیر چین نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے اسرار اہل دل پر ہی کھلتے ہیں۔ معانی اور مطالب کا حسن ان ہی کو نظر آتا ہے۔

فنکار جب کمال کو پہنچ جاتا ہے تو دل سے قیمت طلب کرنے کی طلب مٹ جاتی ہے اس وقت وہ داد چاہتا ہے۔ داد مل جائے تو سمجھتا ہے کہ قیمت وصول ہو گئی۔ داد نہ ملے تو قیمت پانے کے بعد بھی ذوق کی سیرابی نہیں ہوتی۔ مصور کے فن کی قیمت ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو داد کا فن سیکھنا چاہیے داد دینے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو فن کار جھولی میں آکر رہتا ہے۔

داد کی بہت سی قسمیں ہیں۔ بعض لوگ تصویر دیکھ کر نثار ہو جاتے ہیں۔ ان کے سینے کا سوز آنسو بن کر آنکھوں سے بہنے لگتا ہے۔ زبان مصور کی عظمتوں کا اعتراف کرنے لگتی ہے۔ یہ اعتراف ہی در اصل داد کی جان ہوتا ہے اور ایسا داد دینے والا مصور کی نگاہوں میں محبوب بن جاتا ہے اور اس کا اخلاص اور بے بسی کو

Marfat.com

نہیں دیکھتا بس سمجھ لیتا ہے کہ داد دینے والا مل گیا تو پھر تصویر کا حسن و جمال اس کا حق ہے۔ فن کار کی فطرت میں سخا ہوتی ہے۔ اور اس کے جذبات کو داد ہی کے ذریعے متحرک کیا جاتا ہے۔

داد سے نہ صرف مرتبہ ملتا ہے بلکہ تصویر کا جمال بھی میسر آتا ہے۔ معرفت بھی حاصل ہوتی ہے اور سینہ لذت اور کیفیات سے بھر جاتا ہے شاہکار سے منہ موڑنے والے کو نہ قرب ملتا ہے اور نہ لذت و کیفیات۔ یہ تو صرف تصویر دیکھ کر جان دینے والوں کے حصہ میں آتیں ہیں۔

خداوند قدس نے اپنے حبیب پاک ﷺ پر جو کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے اور درود شریف کے بے حد و حساب فضائل بیان فرمائے ہیں تو یہ کیوں؟ درود شریف دراصل نقاش ازل کے اس فن کی داد ہے جو جمال محمدی ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ شاہکار فطرت ظہور پذیر ہوا تو حکم ہوا اس پر درود بھیجو۔ یہی ہمارے فن کی داد ہے۔ حق تعالی نے درود شریف پڑھنا اپنے نبی ﷺ کو نفع پہنچانے کی غرض سے مشروع نہیں فرمایا بلکہ ہم کو نفع پہنچانے کیلئے مشروع فرمایا۔ مثلاً ایک شخص کے بہت سے غلام ہوں اور اس کی نظر ایک ایسی زمین پر جائے جو ہر لحاظ سے بہتر ہو اور وہ زمین اپنے غلاموں میں بلا شرکت غیرے اور بٹائی تقسیم کردے تو غلاموں کو نفع ہی نفع ہے۔ یہی حال آنحضرت ﷺ پر ہمارے درود شریف پڑھنے کا ہے۔ اس کا تمام اجر و ثواب صرف ہمارے ہی لئے ہے۔ اور جب درود شریف تعظیم کے ساتھ آپ کے منہ سے نکلتا ہے تو اس کا اجر و ثواب ظاہر ہے پڑھنے والے کو ہی ہوگا اور جب اس کے اجر کا نور مشتعل ہو کر حضور ﷺ کے نور کے ساتھ جا ملتا ہے تو اس کی یہ شان ہو جاتی ہے۔ جیسے کوئی چیز اصل سے مل جائے۔ کیونکہ مؤمنین کیلئے جو اجر بھی ثابت ہوتا ہے اس کے ایمان کی وجہ سے ہوتا ہے اور ان کا ایمان پر تو ہے نور محمدی کا لہذا جتنے امور بھی ثابت ہوں گے۔ ان کی اصل ذات محمدی ﷺ ہی ہوگی

Marfat.com

اور آپ ﷺ ہی کی طرف سے ہوں گے۔ جس طرح بارش سے پہلے زمین خشک بے رونق اور مردہ ہوتی ہے ناگہاں بارش کے بعد اللہ کی مہربانی سے زندہ ہو کر ہر چیز لہلہانے لگتی ہے۔ اللہ نے اپنے کرم (بارش) کی وجہ سے زمین کی پوشیدہ قوتوں کو کس قدر تیزی کے ساتھ ابھارتا ہے یہی حال روحانی بارش کا ہے۔ اس سے مردہ دلوں میں جان آجاتی ہے اور خدا کی زمین ظہر الفساد فی البروالبحر" والی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہوتی ہے ہر طرف رحمت الٰہی کے نشانات آنے لگتے ہیں جو قوتیں مدت سے زیر زمین ہوتی ہیں۔ رحمت خداوند (باران رحمت) کا ایک چھینٹا ان کو ابھار کر نمایاں کر دیتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے بعثت محمدی ﷺ کے ذریعے سے یہ جلوہ دنیا کو دکھا دیا۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کر دے سما ابھار کر
اکبر اسی کا ورد تو صدق سے بے شمار کر
صلی علی محمد و آلہ و صحابہ و سلم

شرف انسانیت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تکریم کا لباس پہنا کر جن نعمتوں سے نوازا وہ اس کی عظمت۔ قدرت اور حکمت بالغہ کی بیّن نشانیاں ہیں۔ ذہن انسانی کو جو رفعتیں عطا ہوئیں زبان کو نطق بیان کی قوت بصارت کی تیزی، سماعت کو لطافت، اور ذوق و وجدان کو جو نزاکت احساس ودیعت ہوئی یہ سب آیات الٰہیہ ہیں۔ ربانی عطیات ہیں اور یہ تمام نعمتیں خدا تعالیٰ کی امانت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انسان کو ان تمام کا امین بنایا گیا ہے۔ خزانچی اگر مالک کی اجازت کے بغیر تصرف کرے تو خائن کہلاتا ہے۔ جو خازن اپنے مالک کے دشمنوں کیلئے خزانے کا دروازہ کھول دے اور

Marfat.com

انہیں لوٹ کھسوٹ کی اجازت دے دے وہ آقا کے انعام کا حقدار نہیں رہتا۔

ذہانت خیر کو پھیلانے اور شر کو روکنے کیلئے عطا کی گئی نگاہ حق و باطل کے امتیاز کا آلہ ہے۔ زبان کا وظیفہ یاد دوست ہے۔ اگر یہی زبان شیطانی قوتوں کی قصیدہ خوانی کرنے لگے۔ نظر حق کا حسن و جمال دیکھنے کی بجائے باطل کی چمک پر مرکوز ہو جائے اور سماعت ذکر دوست سے لذت لینے کی بجائے لغو کہانیوں میں کھو جائے تو یہ منعم کی نعمتوں کا جائز استعمال نہ ہوگا۔ انسان کو جو ظاہری اور باطنی نعمتیں دی گئیں ہیں اگر وہ مشیعت کے تابع رہ کر استعمال کی جاویں تو یہ اشرف المخلوقات کہلائے گا ورنہ ارذل ترین مخلوق قرار پائے گا۔

درندے اور چوپائے کسی ربانی قانون کے پابند نہیں ہوتے ان کی دنیا جنگل کے قانون کی فرمارواِئی ہوتی ہے۔ عقل اور شعور فہم و ادراک کی دولت صرف اشرف المخلوقات کا ہی حصہ ہے۔ اگر ان نعمتوں سے کام نہ لیا جائے یا ان کو غلط استعمال کیا جائے تو انسان جرم کا مرتکب ہوتا ہے اور ارتکاب گناہ کی سزا مجرم کو اس کے مقام اور مرتبہ کے مطابق ملتی ہے۔ حکومت کی طرف سے اگر کسی کو سرکاری خزانے کا محافظ بنایا گیا ہو تو اس کے سرقہ کی سزا عام انسانوں کی سزا سے مختلف ہوگی۔ قوانین ربانی کا مزاج بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ یہاں بھی مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے گرفت ہوتی ہے۔ مقربین بارگاہ کو معمولی لغزش پر تنبیہ ہوتی ہے اور عام انسانوں کو ایسی فروگذاشت درخور اعتنا نہیں سمجھی جائیں۔ عیسائیوں اور ہندوؤں میں پادریوں پنڈتوں اور پروھدوں کو تعزیرات سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے مگر اسلام کا مزاج یہ نہیں یہاں نسلی تفوّق وجہ وامتیاز نہیں۔ انسانی شرف کا معیار تقویٰ ہے۔

اگر بہ نظر عمیق دیکھا جائے اور فکر کو گہرائی کی طرف لے جایا جائے تو اس مشت خاک میں ایک مخلوق ہی کے نمونے نہیں بلکہ خالق کائنات کے سارے نمونے (جن کا تعلق سبب سے ہے) ودیعت کئے گئے ہیں۔ اور جس طرح وہ مجموعہ

Marfat.com

انواع واحوال مخلوقات ہے اسی طرح ازسرتاپا مظہر تجلیات الٰہی نظر آتا ہے۔ گویا اگر انسان کا عالم شہادت (یعنی بدن) حسیات کے تمام نمونوں کا مرکز مانا جائے اور اس کا عالم غیب اور غیب الغیب یعنی لطیفہ روح معنویات اور روحانیات اور الٰہیات کا مرکز بھی تو جو رنگ اللہ کی تدبیر و تصرف علم خبر حکمت وصفت ایجاد و ابداع اور پھر قدوسیّت اور تنزّہ کا ہے وہی انسانی روح کا بھی ہوگا۔ چنانچہ اگر ساری کائنات کیلئے وہ ذات بابرکات مدبر اور حکیم ہے جو اپنی قدرت اور حکمت کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے اگر ذرا رخ ہٹائے تو سارا عالم درہم برہم ہوجائے ایسے ہی روح انسانی (امر ربی) اس بدن سے اگر اپنا رخ پھیر لے تو یہ ساری بدنی اقلیم بے جان ہوکر گل سڑ جائے گی۔

خالق کائنات نے عالم کو بوقلمون رنگینیاں دے رکھیں ہیں اور رنگ برنگ کے جلوؤں سے اس کو نوازہ ہے مگر آج تک کوئی اس کا رنگ پاسکا نہ رنگ و بو کا نشان (مگروہ ہرچیز کے جلوؤں میں موجود ہے۔) اسی طرح اگر کوئی بدن کی گھرائیوں میں گھس کر یہ چاہے کہ اشارہ کر کے بنادے کہ روح کہاں ہے تو نہیں بتاسکتا اور اس اقرار کے سوا چارہ نہ پائے گا کہ وہ ہر کونہ میں اور بدن کے ہر رگ وریشہ میں موجود ہے۔ اس طرح روح کا تعلق گوساری اقلیم بدن سے ہے مگر جو اس جہان کا عرش (یعنی قلب) سے ہے دماغ سے نہیں جو دماغ سے ہے دوسرے اعضاء سے نہیں اس لئے روح کے جو آثار حسات قلب میں ہیں وہ دماغ میں نہیں۔

جس طرح ذات اقدس کی پاکیزگی تک کسی بُرائی کی رسائی نہیں ایسے ہی انسانی خواہشات کتنی ہی اچھلیں مگر روح کی پاکیزگی تک کسی کدورت وغلاظت کا اثر نہیں پہنچتا وہ اسی طرح لطیف اور غیر مرئی اور حاکم اور متصرف رہتی ہے بشرطیکہ اس کو ذکر کی خوراک سے مزین رکھا جائے۔ اور اس کی نسبت کسی پاک روح سے کردی جائے۔ وماتوفیقی الاباللہ

Marfat.com

نائب حق

دنیا کا یہ نظام جس ذات کی مشیت کے تحت چل رہا ہے وہ ذات کامل اور اکمل ہے اور اپنی مصلحتوں کو بہتر سمجھتی ہے کوئی شخص اگر قدرت کے نظام کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا چاہے تو یہ ناممکن ہے۔

آفتاب کا طلوع اور غرب کسی کو پسند آئے یا نہ آئے اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی۔ دریاؤں کی روانی کسی کی خواہش کے مطابق نہیں رک سکتی۔ جو خدمت جس کے ذمہ ہے وہ مالک حقیقی کا فرمانبردار ہونے کی حیثیت سے سرانجام دے رہا ہے۔ معمولی درجہ کا حکمران کبھی کسی گھسیارے کے مزاج کی رعایت کر کے اپنے آئین و ضوابط میں ترمیم کرنا گوارہ نہیں کرے گا۔ تو اس ذات سے کیسے توقع کی جائے کہ وہ معمولیٔ درجے کے انسانوں کے مزاج کی رعایت کر کے اپنے فیصلے بدل دے۔ البتہ غلام آقا کے فیصلوں میں ترمیم کراسکتا ہے بشرطیکہ وہ خواجہ کے مزاج میں ڈھل چکا ہو۔ اس کی نگاہیں محبوبیت کا درجہ حاصل کرچکیں ہوں۔ ہر غلام ایاز نہیں بن سکتا ار نہ ہی محمود ہر زلف میں اسیر ہوسکتا ہے۔ "آگ اس وقت گلزار بنتی ہے جب خلیل کا منصب حاصل ہوجائے اور چھری گلے پر اس وقت رکتی ہے جب اسماعیل علیہ السلام کی اطاعت میسر آئے"

تسلیم و رضا کا پیکر بن جانے کے بعد بندے کو یہ منصب بھی میسر آسکتا ہے حسن مطلق پراگندہ نقاب ہو کر اس سے یہ پوچھنے لگے کہ تیری رضا کیا ہے؟ لیکن یہ منصب ہر ایک کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ محبت کا دل باتوں سے نہیں جیتا جاسکتا۔ بہت سے صحراؤں اور بیابانوں کی خاک چھاننی پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر حسن کی بارگاہ میں باریابی نصیب ہوتی ہے۔ دنیا کی ریت بھی عجیب ہے یہاں کے بسنے والے اس سے رشتہ جوڑتے ہیں جو خود محتاج ہیں۔ محتاج سے تعلق ہوگا تو احتیاج ختم نہ ہوگی اور لا محتاج ذات سے تعلق قائم ہوگا تو کوئی ضرورت باقی نہ

Marfat.com

رہے گی۔
معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے سوا جتنے تعلقات ہیں سب فانی ہیں اور ان میں بوئے وفا نہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی کریم اور حی وقیوم ہے جو ہر حال میں اپنے بندے کی خریدار۔ البتہ وہ محبت اور تعلق جو کسی کو کسی سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہو وہ حق ہی کی محبت میں داخل ہے اور پھر اس میں استقامت بھی (اگر کسی کا صدقہ منجانب اللہ) عطا ہو جائے تو۔

محبت

حیاتِ انسانی کا مقصود ظاہری آسائش اور زیبائش ہی نہیں انسان کا اصل جوہر باطن کی تطہیر ہے دل پاک ہو تو انسان ظاہری آرائش کے بغیر بھی انسانی زندگی کے مقصد کو حاصل کرسکتا ہے اور اسی لئے اس کی تخلیق کی گئی ہے۔
طبیب صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مفہوم کو بڑے بلیغ انداز میں بیان فرمایا۔ فرماتے ہیں انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس کو دل کہتے ہیں اگر یہ صحیح ہو جائے تو انسان کا جسم تندرست ہو جاتا ہے۔ اس کی صحت کے بغیر انسان کے جسم کی صحت ممکن نہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصود پند و نصیحت ہی نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تزکیہ نفس بھی فرماتے تھے۔ نگاہ نبوت آلودہ دلوں کو پاک صاف کر دیتی ہے۔ آفتاب کے سامنے آنے کے بعد ظلمتوں کا وجود ختم ہو جاتا ہے اور دل کی کدورتیں دھل جاتی ہیں۔ متحرک میں کشش کی صلاحیت ہو تو محرک کی کرشمہ سازیاں دیدنی ہوتی ہیں۔ یہی کشش صدیقؓ فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ، بوذر غفاریؓ، سلمان فارسیؓ کو بارگاہِ نبوت میں کھینچ کر لاتی تھی۔ کھینچنے کی چیز محبت کے سوا کوئی نہیں ہو سکتی۔ محبت کے دل میں اپنے سے زیادہ محبوب کی طلب ہوتی ہے اور وہ محبت اغراض سے پاک ہوتی ہے ہوس سے اس کا دامن آلودہ نہیں ہوتا۔ جس راہ میں

Marfat.com

ہوس کا کارواں نہیں گزرتا محبت بے کھٹکے گزر جاتی ہے۔ محبت کیونکہ خود مست ہوتی ہے لہذا مستی بانٹی کے ہوس خود مست ہے نہ کسی کو مست کر سکتی ہے۔ زوال محبت کو ہے نہ اس کے عطیات کو بقا کی منزل کا مسافر ہی بقا کی حقیقتوں سے آشنا ہوسکتا ہے۔ فانی منزل کا مسافر خود فانی ہے اور اس کے عطیات بھی فانی ۔ محبت کے عطیات جب انقلاب کی زد میں آتے ہیں تو ان میں چمک پیدا ہوتی ہے اور ان کا حسن نکھرتا ہے۔ جو رگ رگ میں نشہ بن کر سما جاتا ہے۔

اسلام محبت اور اخوت کا سبق دیتا ہے اور بھائی چارہ اور ہمدردی کا دین ہے۔ قرآن الحکیم میں اصحابہ کرام کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالی نے انہیں رحماء بینھم کے خطاب سے نوازہ۔ وہ ایک دوسرے کے دکھ میں شریک تھے۔ یہ وہی عرب تھے جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے، لوٹ مار، قتل وغارت ان کا معمول تھا۔ ایک رحمت مجسم آفتاب عالم تاب کی طرح افق حجاز پر طلوع ہوا اور اپنے جلو میں ایسی تابانی دلمعانی لے کر آیا کہ صدیوں تک تاریک دل اس کی ضیاء پوشیوں سے منور ہوگئے۔ آپ ﷺ نے پیام محبت کی ایسی جوت جگائی کہ پوری امت کا دل ایک ساتھ دھڑکنے لگا۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک تم ایمان نہ لاؤ گے جنت میں نہ جاؤ گے۔ اور جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا۔ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتادوں کہ خود بخود اس کے ذریعے تمہارے درمیان محبت پیدا ہوجائے تو سنو ایک بات کو اپنے درمیان سلام کو رواج دو اس سے محبت بڑھے گی۔ جہاں محبت بڑھے گی اتحاد پیدا ہوگا۔ جہاں اتحاد پیدا ہوگا اسلام میں طاقت کا ظہور ہوگا۔

محبت کے لغوی معنی کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ حِبہ بکسر حا سے ماخوذ ہے۔ حِبہ وہ بیج ہیں جو صحرا میں پڑتے ہیں لوگوں نے محبت کا حُب کردیا اس لیے کہ حیات کا اصل اس کے اندر ہوتا ہے جیسا کہ نباتات اصول بیج کے اندر ہوتے ہیں

Marfat.com

جس طرح بیج صحرا میں گر کر مٹی میں چھپ جاتا ہے پھر اس پر بارش ہوتی ہے۔ آفتاب چمکتا ہے اور گرمی اور سردی اس پر پہنچتی ہے مگر وہ بیج زمانے کے تغیر سے متغیر نہیں ہوتا۔ مگر جب اس کا وقت آپہنچتا ہے تو وہ اگ جاتا ہے پھول نکالتا ہے اور پھل دیتا ہے۔ اسی طرح محبت دل میں جگہ پکڑتی ہے۔

لفظ محبت کا استعمال علمائے کے نزدیک اس طرح کئی طور پر ہوتا ہے۔ ایک تو محبوب کی طرح نفس کی بے آرامی۔ رغبت اور خواہش اور دل کی آواز وطلب انس کے ساتھ کرنے کے معنوں میں مگر ان تمام امور کو حق تعالی کے ساتھ متعلق کرنا روا نہیں۔ کیونکہ یہ تمام باتیں مخلوق اور موجودات کے متعلق ہیں اور انہی میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالی جلہ شانہ ان تمام امور سے بے نیاز اور بالاتر ہے۔

اللہ تعالی کی محبت بندوں کیلئے ان پر رحمت اور بھلائی کے ارادہ سے ہے۔ اور محبت ارادت کے اسموں میں سے ایک اسم ہے۔ جیسے رضا وسخط رحمت وراحت اور ایسے ہی اور نام۔ ان ناموں کو اللہ تعالی کی ارادت کے سوا کسی اور چیز پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔ اور ارادت اللہ تعالی کی صفت قدیم سے ہے۔ وہ اپنے فعلوں کو جانتا ہے اور اللہ تعالی کی محبت بندہ کیلئے یہ ہے کہ اس پر نعمت زیادہ کرتا ہے اور دنیا اور عقبے میں اس کو ثواب دیتا ہے۔ اور عذاب کے محل سے اس کو محفوظ رکھتا ہے۔ گناہ سے اس کو بچاتا ہے۔ بلند احوال اور اونچے مقامات پر اس کو فائز فرماتا ہے اور اس کے باطن کو اغیار کی طرف توجہ کرنے سے ہٹا دیتا ہے تاکہ وہ سب سے جدا ہو کر اس کی رضا کی طلب کیلئے تنہا رہ جائے اور یہی مذہب حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کا ہے۔

ایک محبت جنس کو جنس کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ نفس کا میلان اور جستجو پر جم جانا ہے اور ایک دوسرے کو جسمانی طور پر چھونا ایک دوسرے کے ساتھ چمٹ جانے کے طریق پر محبوب کی ذات کو طلب کرنا ہے۔ دوسری محبت ایک جنس کی غیر جنس کے ساتھ ہے۔ یہ محبت پوری کوشش چاہتی ہے تاکہ محبوب کے

Marfat.com

اوصاف میں سے کسی ایک صفت کے ساتھ اطمنان پائے اور انس گیر ہو۔ مثلاً بغیر کلام کے سننا۔ بغیر آنکھوں کے دیکھنا۔عاشقان الٰہی بھی محبت کے حق میں دو طرح کے ہوتے ہیں اول وہ لوگ جو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہی محسن اور منعم کی معیت کا تقاضا کرتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو سب انعام کو محبت کے غلبہ کی وجہ سے محل مستجاب میں رہتے ہیں اور ان کا راستہ نعمتوں کو دیکھنے سے منعم حقیقی کی طرف جاتا ہے۔ ان کا راستہ پہلے گروہ سے بہت اونچا ہے۔

حضرت عمر بن عثمان مکی رحمہ اللہ پنی کتاب "محبت" میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے دلوں کو جسموں سے سات ہزار سال پہلے پیدا کیا اور مقام قرب میں رکھا اور روحوں کو دلوں سے سات ہزار سال قبل پیدا کیا اور ان کو انس کے درجہ میں رکھا۔ باطنوں کو روح سے سات ہزار سال پہلے پیدا کر کے وصل کے مقام میں رکھا اور ہر روز تین سو سات بار اپنے جمال کے ظاہر کرنے سے پہلے باطن پر تجلی فرمائی اور تین سو بار نظر عنایت فرمائی۔ اور محبت کا کلمہ روحوں کو سنایا اور اپنے تین سو ساٹھ لطیفے دل پر ظاہر کئے۔ یہاں تک کہ سب نے عالم میں نگاہ کی تو اپنے سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا جس کے باعث اس پر غرور اور فخر پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سبب سے ان کا امتحان فرمایا اور بھید کو جان میں مقید کر دیا اور جان کو دل میں اور دل کو جسم میں بند کر دیا پھر عقل کو ان میں ترکیب دی اور انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر ان کو احکام دئے تب ان میں سے ہر ایک اپنے مقام کا طالب ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم فرمایا تو جسم نماز میں لگ گیا اور دل محبت سے وابستہ ہو گیا۔ جان قرب حق میں پہنچ گئی اور سِر باطن نے وصل حق سے قرار پایا۔ الغرض محبت کا لطیف مفہوم الفاظ اور عبارت میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اگر اہل علم چاہیں کہ محبت کو کھینچ کر اپنے اندر پیدا کریں تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ محبت خدا تعالیٰ کی بخششوں میں سے ہے نہ کہ انسانی کسبوں سے محبت عطیہ الٰہی ہے اور آدمی لہو لعب کرنے والا اور لہو لعب کرنے والا عطیہ الٰہی کو نہیں پا سکتا۔ اس کو وہی پاتا ہے جس پر اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کس کا صدقہ کرم فرمائے۔

یہ تو ہیں محبت کے معمولات، اور اب آئیے اس کی سوداگری کی طرف۔

محبت کی سوداگری

اعتماد تعلق کی جان ہوتا ہے۔ جہاں تعلق ہوا اعتماد بھی ہوگا۔ مریض کا جب ڈاکٹر کی ذات پر اعتماد ہوجاتا ہے تو وہ اس کے عمل جراحی سے نہیں گھبراتا۔ اگر جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر بھی وہ پھینک دے تو اس میں بد اعتمادی پیدا نہیں ہوتی۔ تعلق کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بد اعتمادی کو پاس نہیں بھٹکنے دیتا۔ جہاں بداعتمادی جنم لے لے وہاں تعلق بھی ختم ہوجاتا ہے۔

اسلام میں مایوسی کو کفر کہا گیا ہے کیوں؟ اس لئے کہ مایوسی تعلق توڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جب بندے کا تعلق مولا سے ٹوٹ جائے تو اسلام کیا؟ ایمان کہاں رہا۔ ایمان تو محبت ہے اور محبت کسی حال میں بھی مایوس نہیں ہونا جانتی۔ آلام میں گھر کر بھی وہ دوست کی معاونت کی امیدوار ہوتی ہے بلکہ رہتی ہے۔ مدد نہ پہنچنے پر بھی وہ اس خیال میں رہتی ہے کہ شاید دوست کو میرے حال کی خبر نہیں ہوئی۔ میری پریشانیوں سے آگاہ ہونے کے بعد وہ میری مدد کو نہ پہنچے یہ ناممکن ہے۔ محبت ہمیشہ خوشگوار گمان رکھتی ہے۔ وہ دوست پر بداعتمادی کو کفر جانتی ہے اور اعتماد کو سرمایہ حیات۔ محبت کے دامن میں سب کچھ کھودینے کے بعد اور ساری ذلتیں اور رسوائیاں برداشت کرنے کے بعد بھی اگر اعتماد کا سرمایہ موجود ہے تو محب سرمایہ دار ہی کہلائے گا۔ محبت کا سرمایہ قارون کا خزانہ نہیں ہوتا۔ اس کی دولت یقین اور اعتماد ہوتا ہے اور وہ اس پر نازاں۔ چراغ میں اگر تیل ختم ہوجائے تو وہ گل ہوجاتا ہے اور کسی کو نور عطا نہیں کرسکتا۔ محبت کے چراغ کی ساری نور پاشی اور جان نوازی کا انحصار یقین اور اعتماد پر ہوتا ہے۔ اور اسی سے اس کو زندگی میسر آتی ہے۔ اسے فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اگر کسی پر اعتماد نہ کیا

Marfat.com

جائے تو وہ آپ کی مدد کو کیوں پہنچے گا۔ پکارا نہ جائے تو لبیک کی صدا کہاں سے آئے؟
حضرت بلالؓ کی صدا پر حضور ﷺ کا قلق اور اضطراب کیا تھا؟ وہ محبت کی پکار کا ہی تو جواب تھا۔ اے نادان اس متاع کی قیمت تو دونوں جہاں بھی نہیں ہو سکتے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ عطا ہو تو کیسے؟ اندھے کی لاٹھی اس کی رہبری نہیں کرتی بلکہ اندھے کا ارادہ لاٹھی کا رہنما بن کر اسے واصل منزل کر دیتا ہے۔ دل میں لگن موجود نہ ہو تو دو قدم بھی چلنا دشوار ہوتا ہے۔ لگن ہی رہنما بن کر کشاں کشاں منزل شوق پر پہنچانے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ جس طرح موج انجام سے بے نیاز ہو کر پتھر سے ٹکرا کر مٹ جاتی ہے یا ساحل کو آغوش میں لے کر روپوش ہو جاتی ہے۔ دریا سے اٹھتی ہے اور دریا ہی میں غائب ہو جاتی ہے۔ عین اسی طرح مومن کا وجود بھی دریائے معرفت سے ابھرنے والی موج کی مثل ہے۔ وہ دریائے معرفت سے ابھرا اور اسی میں سکون پذیر ہوا اور وہیں جذب ہو گیا۔ مگر رہتا اضطراب ہی میں ہے۔ اس کا اضطراب محبوب کی آغوش میں پہنچ کر ہی ختم ہوتا ہے۔

محبت کب جنم لیتی ہے؟ محبت انسان کے اندر اس وقت جنم لیتی ہے جب باطن صاف ہو جاتا ہے اور باطن اس وقت صاف ہوتا ہے جب صاف کرنے والا میسر آ جائے۔ وہ کہے گا اے طالب تیرے مکان میں ایک دفینہ ہے اگر تو اسے ویران کر دے گا تو تجھے نیچے سے دفینہ مل جائے گا۔ اگر اس نے اس مرد کامل کے مشورے پر عمل کر لیا تو وہ دفینہ بھی حاصل کر لے گا اور پھر سے اچھا مکان بھی بنا لے گا۔ مرد کامل مجاہدات سے اس کے جسم کو ویران کرے گا۔ پھر اپنے تعلق سے ایسا حیات کرے گا کہ وہ دنیا میں جنت کی بہار دیکھے گا اور خود کہے گا۔

ترے تصور میں جان عالم مجھے وہ راحت پہنچ رہی ہے
کہ جیسے مجھ تک نزول کر کے بہار جنت پہنچ رہی ہے

شیخ پر اگر اعتماد کامل ہو گیا تو اس کی نظر کرم بھی ہو گئی اور پھر ذات کا کرم

Marfat.com

بھی۔ مولانا روم رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے۔

چونکہ ذات پیر دا کروی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول
گر جدا بینی زحق تو خواجہ را
گم کنی ہم متن ہم دیباچہ را

عبودیت کا تکملہ

ذروں سے ستاروں تک کی دنیا تک سب کچھ انسان کیلئے تخلیق کی گئی ہے ۔ یہ ماہ وسال طلوع وغروب کے دل کش نظارے صبح وشام کے دل آویز جلوے۔ بہار وخزاں کی ندرت کاریاں پستی وبلندی کی حیرت آفرینیاں صحراؤں کی خاموشی دریاؤں کی روانی ، پہاڑوں کی ایستادگی اور اس نوع کی ہزاروں دلچسپیاں اور طلسم بندیاں بے فائدہ نہیں۔ کائنات کی کوئی چیز بھی بے کار پیدا نہیں کی گئی ۔ ہر ایک کی تخلیق کا کوئی مقصد ہے۔ جس چیز پر بھی نظر ڈالی جائے انسان کی خدمت میں مصروف نظر آتی ہے۔ اس لئے فائدہ مند اور مفید ہے۔ لیکن انسان ان میں سے کسی کیلئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اس کی تخلیق کا مقصد سب سے جداگانہ اور مختلف ہے۔ اگر انسان کو کائنات سے الگ کردیا جائے تو ستاروں کے خرام میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ اور نہ ہی ماہ شہاب کی طلعتیں کم ہوگی۔ سورج بدستور ضیاء بار رہے گا۔ ہوا کے خرام میں اسی طرح تموج رہے گا۔ قدرت کے یہ تمام کارندے کائنات کے حسن وجمال میں اضافہ کرتے رہیں گے۔ اور جو فریضہ جس کے سپرد ہے اس میں کوتاہی نہ برتیں گے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز بھی کم کردی جائے تو کائنات کا سازنا مکمل ہوجائے گا۔ یہ تمام ندرت کاریاں صرف اور صرف انسان کے ذوق جمال کو تسکین دینے کےلئے اور اس کی حیات خبا بانوں کو نئی بہاریں عطا کرنے کیلئے معرض وجود میں لائی گئیں ہیں۔ اور انسان کو صرف عبودیت کی تکمیل

Marfat.com

کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ مظاہر پرستی کا مفہوم تو صرف یہ ہو گا کہ آقا غلام کے سامنے جھک رہا ہے۔ مخدوم خادم کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ جن چیزوں کو اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ معبود جان کر ان کے سامنے جھک رہا ہے۔

انسانی تخلیق کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہوسکتا۔ تمام مظاہر کو انسان کی غلامی میں اس لئے دیا گیا کہ وہ اپنی تخلیق کا مقصد سمجھ لے۔ جو ذات ہواؤں کو کنٹرول کر رہی ہے۔ جس نے ستاروں کو دل آویزیاں بخشی ہیں۔ سبزے کو روئیدگی کی صلاحیت عطا فرمائی۔ پھولوں کو تبسم دیا اور ہر چیز کی تکمیل کا ذمہ لیا اور وسائل نہ ہونے کے باوجود روزی عطا کرنے پر قادر ہے انسان کو چاہیے کہ اس قادر قیوم ذات کو اپنا مالک و مختار سمجھے اور اسی کے سامنے اپنی عبودیت کا اظہار کرے۔ غرض مظاہر فطرت میں کسی چیز کو بھی دوام نہیں۔ ان کی بے چارگی ان کی "فنا" پذیری کی علامات ہیں۔ ہمیشہ قائم و دائم رہنے والی ذات وہی حی و قیوم ہے۔ جب کچھ نہ تھا تو وہ ذات تھی اور جب کچھ نہ ہو گا تو اسی کی عظمتیں آشکار ہوں گی۔ یہ تمام کارخانہ قدرت صرف عبودیت کے اظہار اور اعتراف کیلئے ہے۔ جب تک اس کی زبان پر باری تعالی کی ذات کے ترانے رہیں گے۔ اس کا دل تشکر کے جذبات سے لبریز ہو گا۔ اس کی جبیں اس کے آستانہ جلال کے سامنے سجدہ ریزیاں کرتی رہے گی۔ کائنات کی ندرت کاریوں میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ اس کا جلال بھی باقی رہے گا اور جمال بھی۔ اگر انسان کی زبان تشکر بند ہو جائے۔ جبینوں سے سجدوں کا نور چھن جائے۔ عبدیت کے اظہار و اعتراف کا سلسلہ ختم ہو جائے تو کائنات کا طلسم خانے کو باقی رہنے کی کوئی ضرورت نہ رہے گی۔

دفعتاً یہ ساز عالم بے صدا ہو جائے گا۔
کہتے کہتے رک گئے جسدن ترا افسانہ ہم۔

جب انسان دنیا میں مرجاتا ہے تو کہا جاتا ہے تجھ پر اللہ کی رحمت ہو مگر جب انسان خواہشات سے دنیا میں مرجاتا ہے تو وہ رضائے الہی کے ساتھ زندہ

Marfat.com

ہوجاتا ہے۔ تو کہا جاتا ہے اللہ تجھ پر رحمت فرمائے اور لازوال رحمتوں کے دروازے کھول دے۔ پھر جب وہ مشیت ایزدی کے احترام میں اپنے ارادے اور آرزو سے مرجاتا ہے تو کہا جاتا ہے اللہ تجھ پر رحم فرمائے اور تری تقدیر میں اس کی طرف سے خیر و برکت ہو۔ اس طرح انسان حقیقی معنوں میں زندہ ہوجاتا ہے اور حیات جاویداں پاتا ہے۔ جس کے بعد عسرت اور پریشانی نہیں ہوتی۔ اور وہ تکمیل عبودیت کے بعد خدا تعالیٰ کا محبوب اور ملجا و ماوی بن جاتا ہے اور ازالۂ امراض روحانی کیلئے بذات خود اکسیر۔ یہ قول قطب ربانی محبوب سبحانی رحمہ اللہ کا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے مزید فرمایا اس مرتبہ پانے کے بعد لوگ دور دور سے رواں دواں اس کے پاس آتے ہیں اور حکم ربانی سے تمام احوال میں نقد جنس اس کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

ایمان و استغفار

محبت کے بغیر کسی ذات کی کامل اطاعت ممکن نہیں۔ قانون کے خوف سے اگر کوئی اطاعت گزاری کر بھی لے تو اس کی اطاعت کی حدود وہیں تک ہوں گی جہاں تک قانون کی رسائی ممکن ہے۔ قانون سے دل کو مسخر نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی تسخیر محبت ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ اسی لیے ایمان کا مقام دل تجویز کیا گیا ہے۔ قلبی تصدیق کے بغیر ایمان نامکمل ہوتا ہے۔ عقل کو دل پر فوقیت ہوتی تو تکمیل ایمان کے لئے قلبی تصدیق کی بجائے عقل کی تصدیق ضروری ہوتی مگر اس بارگاہ میں عقل معتبر نہیں دل کا فیصلہ ہی معتبر ہے۔

غیب پر ایمان لانے پر عقل کب تیار ہوتی ہے۔ نادیدہ محبوب کی طلب میں صرف محبت ہی چاک گریباں نکل سکتی ہے اور پردوں میں چھپے ہوئے حسن کی حقیقتوں سے آگاہی بھی اسی کو ہوتی ہے۔ دل کا راز بھی دل ہی پاسکتا ہے۔ عقل

Marfat.com

محرم راز کب بنی ہے۔ یا بن سکتی ہے۔ دل ہمیشہ اپنا راز دل کو دیتا ہے عقل کو نہیں۔

اصحابہ کرامؓ کی محبت اعلیٰ اور ارفع درجہ پر فائز تھی اس لئے انہوں نے نبوت کے فیصلوں کو عقل کی ترازو میں نہیں تولا۔ ویسے بھی چیز وہی تولی جاتی ہے جو کثیف ہو لطیف چیز کو کب کسی نے تولا ہے۔ لطیف تو محسوس کی جاتی ہے۔ خوشبو لطیف ہے وہ کبھی تلی ہے اور جو اسے تولنے کی کوشش کرے اس کو ناقص العقل کہا جاتا ہے۔ اس لیے ہی اسلام نے دل کی زندگی پر زور دیا ہے۔ آخرت میں بھی ان ہی کی پذیرائی ہوگی جو قلب سلیم لے کر حاضر ہوں گے۔ دل کو قیل وقال سے کب زندگی ملی ہے۔ اس کھیت کو سیراب کرنے کیلئے آنسوؤں کا پانی درکار ہوتا ہے جو عقل کے دامن میں نہیں ملتا۔ یہ رم جھم محبت کی زمین سے اٹھنے والے بادلوں کے خرام کا نتیجہ ہوتی ہے۔ بارش اکثر گرد آلود مطلع صاف کردیتی ہے۔ فضاؤں کے حسن کو نکھارتی ہے جو فضائیں دھندلی ہوں وہ دل فریب نہیں ہوئیں۔ نینان سے جب بھی ندامت کے آنسو نکلتے ہیں تو گناہوں کی گرد دھل جاتی ہے۔ دل کی فضاؤں میں نیا روپ اور بانکپن آجاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کبھی خزاں آئی ہی نہیں۔ توبہ کرنے والا یوں پاک ہوجاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ توبہ زندگی کے مرغزاروں میں نئی بہار کی حیثیت رکھتی ہے۔

سید الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارارہ کرتا ہے تو اسے سب سے پہلے اپنے عیوب کی دید عطا فرمادیتا ہے اور اس طرح اسے توبہ کی توفیق حاصل ہوجاتی ہے۔ توبہ کے بغیر کوئی عبادت درست نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی آیت "التائبون العابدون" میں توبہ کا ذکر عبادت پر مقدم رکھا ہے۔ عبادت کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے سابقہ گناہوں سے تائب ہو۔ اصلاح واحوال کی پہلی منزل توبہ اور آخری عبودیت کا مقام ہے۔

Marfat.com

ابتدائی منزل سے گزرے بغیر انسان انتہائی مقام میں کیسے داخل ہوسکتا ہے۔ رجوع اور انانیت کے لئے وقت مقرر نہی۔ ایک احساس ندامت ایک لمحہ کا کرب واضطراب پشیمانی اور شرمندگی ہی تو اس راہ کا سب سے بڑا زاد ہے۔ جب انسان تھک ہار کر اپنے معبود کی بارگاہ میں گر جاتا ہے تو اس کو ستاری وغفاری کو جوش آجاتا ہے اور دست قدرت بندہ کی دستگیر کیلئے بڑھتا ہے ہے کہ کمال ساقی گری گرتے کو تھام لیتا ہے۔ جب گناہ گار بندہ اللہ تعالی کے حضور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اس وقت اللہ تعالی کو سب سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اللہ تعالی کو توبہ کرنےوالے سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں کیونکہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

ان اللہ یحب التوابین — اللہ تعالی توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔

اور دنیا میں بھی کوئی شخص اپنے محبوب دوست کو غم میں نہیں دیکھ سکتا تو حق تعالی شانہ جس کو اپنا محبوب بنالیں وہ غم میں کیسے رہ سکتا ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ استغفار کتنا بڑا خزانہ ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور یہ کہ جب اللہ تعالی کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو کوئی گناہ اس کو نقصان نہیں دیتا کیونکہ اللہ تعالی توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے (القرآن)

فعل بد سے پشیمانی توبہ ہے اور یہ ایک ایسا قول ہے جس میں توبہ کی تمام شرطیں موجود ہیں کیونکہ توبہ کی ایک شرط تو مخالفت احکام الہی پر افسوس کرنا ہے اور دوسری لغزش کو فوراً چھوڑدینا۔ تیسری معصیت کی طرف نہ لوٹنے کا ارادہ کرنا۔ یہ تینوں شرطیں ندامت کے ساتھ وابستہ ہیں کیونکہ جب دل میں فعل بد پر ندامت پیدا ہوئی تو باقی شرائط خود بخود اس کے ساتھ آجاتی ہیں۔ اور ندامت اور پشیمانی کے تین اسباب ہیں۔

Marfat.com

(۱) جب عذاب کا خوف دل پر غالب آتا ہے تو دل میں غم پیدا ہوتا ہے۔

(۲) نعمت کی خواہش کا دل پر غلبہ ہو جانے اور معلوم ہو کہ برے فعل اور نافرمانی سے وہ نعمت حاصل نہ ہو گی اور

(۳) قیامت کے دن اللہ تعالی اور تمام مخلوق کے سامنے اپنی بے نقابی کے تصور سے خائف ہو کر برے اعمال پر نادم ہونا۔

ان میں پہلا تائب (توبہ کرنے والا) دوسرا منیب (اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنے والا) اور تیرا اواب (اللہ تعالی کی طرف بہت رجوع کرنے والا) کہلاتا ہے۔

حقیقت میں توبہ کے بعد گناہ کا یاد کرنا خود گناہ ہے۔ اس لئے کہ وہ اعراض کا محل ہے۔ جیسا کہ گناہ رو گردانی کا محمل اور اسی طرح پھر غیر اللہ کا ذکر حق تعالی سے رو گردانی کا محل ہے۔

دوستو! گناہ گاروں کا بھی وہی اللہ ہے اور نیکوکار بھی وہی ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر ہم کہاں جاویں گے۔ اور کوئی ٹھکانہ بھی تو نہیں۔ توبہ واستغفار کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ شیطان ایسے وقت میں دل میں شرمندگی ڈالتا ہے۔ غلط حیا ڈالتا ہے۔ اور کہتا ہے تم کس منہ سے توبہ کرتے ہو تمہیں شرم نہیں آتی۔

حقیقت حیا ہے کیا؟ محدث اعظم ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ شرح مشکواۃ ص: ۷۰ میں لکھتے ہیں۔ تیرا مولا تجھے اپنی منع کی ہوئی حالت میں نہ پائے۔ اپنی نافرمانی کی حالت میں خدا ہمیں دن رات دیکھ رہا ہے۔ اور ہم بڑے حیادار بنتے ہیں۔ توبہ کرتے ہوئے حیا آتی ہے گناہ کرتے ہوئے حیا نہیں آتی۔ یہ کتنا بڑا شیطانی دھوکہ ہے۔ حالانکہ اصل حیا یہ ہے کہ آدمی نافرمانی سے رک جائے۔ گناہ کرتے ہوئے شرم آئے بعض لوگ غالب کا یہ شعر پڑھتے ہیں۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

Marfat.com

اگراس شعر پر عمل کرتے تو آج اہل ایمان کعبہ سے محروم ہوجاتے۔
مولانا شاہ محمد احمد رحمۃ اللہ جو فضل رحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ کے خلیفہ ہیں وہ اس شعر کا جواب یوں دیتے ہیں۔

میں اس منہ سے کعبہ جاؤں گا　　شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رورو کے میں بتاؤں گا　　اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

تو توبہ واستغفار بہت بڑا خزانہ ہے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دو دوستو!

امر ربی

انسان جس بارگاہ سے وابستہ ہوگا اسی نسبت سے اسے عظمتیں ملیں گی۔ پٹواری کے بستہ بردار کو وہ عظمتیں کہاں میسر آسکتی ہیں۔ جو تحصیلدار یا ضلع دار کی بارگاہ میں رہنے والے ملازمین کو حاصل ہوتی ہیں۔ بادشاہ کے دسترخوان کی ریزہ چینی کرنے والا شاہ کے دروازے سے اٹھ کر کسی معمولی درجہ کے انسان کی بارگاہ میں اگر عزت حاصل کر بھی لے تو وہ ملامتوں کا مستحق قرار پاتا ہے۔ دنیا اسے حقیر نگاہوں سے دیکھتی ہے اور اس کی کم عقلی پر ماتم کرتی ہے کہ وہ کہاں سے اٹھ کر کہاں آ گیا۔ کیونکہ اعلیٰ بارگاہ میں انسان کو ان ذلتوں کا سامنا نہیں کرتا پڑتا جو کمینوں کی بارگاہ میں اسے کرنا پڑتا ہے۔ کمینوں اور شہدوں کی تمام عظمتیں محتاجوں کو ذلیل اور رسوا کرنے کیلئے ہوا کرتی ہیں مگر اعلیٰ بارگاہ عطا اور بخشش کے طعنوں سے غیرت کے آبگینوں کو پاش پاش نہیں کرتی۔ اعلیٰ ذات عظمتیں دے کر چھینتی نہیں بلکہ اس کو اس کی تحفظ اور بقا کی فکر ہوتی ہے۔

حقیقت روح (دل) کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ وہ کیا چیز ہے اس کی خصوصی صفت کیا ہے؟ اسے کریدنے کی اجازت شریعت نے نہیں دی اور یہی وجہ تھی کہ حضور سید الکائنات ﷺ نے اس کی تشریح نہیں فرمائی اور اتنا ہی فرمایا جس کی اجازت حق تعالیٰ نے دی یعنی لوگ تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں

Marfat.com

تو کہہ دو روح میرے رب کا حکم ہے۔(سورہ بنی اسرائیل:۸۵)

یعنی روح اللہ کے جملہ کاموں میں سے ایک کام ہے اور عالم امر سے ہے۔

اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا(سورہ اعراف:۵۴)

ہر وہ شئی کہ ناپ تول۔ مقدار و اندازہ اور کیفیت اور حالت کا جس میں دخل ہے وہ عالمِ خلق کے زمرے میں ہے۔ لغت کی رو سے خلق کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں اور انسان کے دل کا اندازہ و مقدار سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دل تقسیم پذیر نہیں (یعنی اسے اپنی تقسیم گوارہ نہیں) اگر تقسیم پذیر ہوتا تو اس میں علم اور جہالت بیک وقت موجود ہوتیں اور یہ محال ہے۔ لیکن روح ہر چند کے تقسیم پذیر نہیں اور مقدار اور اندازہ کو اس میں دخل نہیں مگر ہے تو پیدا کی ہوئی اور خلق کے معنی پیدا کرنے کے بھی ہیں۔ اور مقدار اور اندازہ (تقدیر) کو بھی پیدا کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ بھی خلق میں سے ہے۔ اگرچہ دوسرے معنی کے لحاظ سے علمِ امر سے ہے۔ اور عالمِ امر سے مراد وہ چیزیں ہیں جو مقدار اور اندازہ کے متعلق نہیں وہ لوگ جو روح کو قدیم تصور کرتے ہیں غلطی پر ہیں۔ جو اس کو عرض کہتے ہیں وہ بھی غلطی پر (کیونکہ عرض قائم بخود نہیں ہوتا اس کا قیام روح کا محتاج ہوتا ہے اور تابع بھی) البتہ ایک دوسری چیز بھی ہے جس کو روح کہتے ہیں اور وہ چوپایوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن جس روح کو دل سے موسوم کیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی کا محل ہے وہ حیوانوں میں نہیں ہوتی۔ اسے نہ جسم کہہ سکتے ہیں نہ عرض قرار دے سکتے ہیں۔ دل تو ایک گوہر ہے اور گوہر بھی وہ جو فرشتوں کے گوہر کا ہم جنس اور اس کی حقیقت کو پہنچاننے کیلئے سخت مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے (اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے قرب و ثواب یعنی جنت کے راستے ضرور دکھائیں گے) سورہ عنکبوت:۶۹)

ریاضت اور مجاہدہ سے پہلے دل کے لشکر کی آگاہی ضروری ہے اور وہ ظاہری حواس میں پانچ چیزیں ہیں۔ آنکھ، کان، ناک، لمس، ذائقہ، اور باطنی یعنی قوت تخیل

Marfat.com

ہیں۔ قوت تفکر، قوت حفظ، قوت تذکر اور قوت توہم اور ان تمام کی منزل دماغ ہے۔ اور ہر قوت کے لئے ایک خاص کام ہے اگر کسی ایک میں بھی خرابی پیدا ہو جائے تو انسان کے تمام کام خلل میں پڑ جائے گا اور اس سے دنیا اور دین دونوں کا کام خراب ہونے لگے گا۔

ظاہر اور باطن کے تمام لشکر دل کے زیر فرمان ہوتے ہیں اور وہ ان تمام کا اور سلطان خلل پڑنے کی صورت میں انسان سے وہ کام ہونے لگتے ہیں جس سے وہ اسفل سافلین کے زمرے میں آجاتا ہے۔

اس کے باوجود بھی توبہ کا دروازہ اس کیلئے کھلا رہتا ہے۔ گناہ گار کی توبہ اس لئے قبول ہوتی ہے کہ وہ سعادتوں سے محروم ہوتا ہے۔ اس کی محرومی کے جذبات دل یزداں میں رحم و کرم پیدا کرتے ہیں اس کی توبہ اس لئے شایان کرم قرار پاتی ہے کہ اس میں عطا کا مظہر بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ دل کی شگفتگی خدا کو اس لئے عزیز ہے کہ یہاں سے حسین فطرت کے جلوؤں کو سمیٹنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ توبہ کے بعد حسین روح جس پر گناہوں کی کثافتیں چھائی ہوتی ہیں جب وہ ندامت کے آنسوؤں سے غسل کرلیتی ہیں تو اس کی تابندگی اور تابانی ظاہر ہونے لگتی ہے۔ بادل کھل کر برس لیں تو فیضا کا حسن زیادہ حسین ہوجاتا ہے۔ نیناں کی رم جھم جو روح کی گہرائیوں کے احساسات کے اٹھنے والے بادلوں کے خرام کا نتیجہ ہوتی ہے روح کو شگفتگی اور شادابی عطا کرتی ہے۔ رم جھم کوئی بھی ہو خالی نہیں خواہ وہ برسنے والے بادلوں کے خرام کا نتیجہ ہو یا ندامت سے جھکی ہوئی پلکوں سے ٹپکنے والے آنسوؤں کا ثمر۔ دونوں نتیجہ خیز ہیں۔ ایک کا فیضان گل گلزار ہوتے ہیں اور ایک کا روح کی تابانی۔

روح کی تعریف یہ بھی ہے کہ خیر و شر سے باخبر ہو۔ نیکی سے خوش ہو۔ برائی سے غمگین اور خدا کے حضور میں رونے والی۔ آدمی نیند میں ہوتا ہے اس کی روح مثل آفتاب کے فلک پر تاباں اور جسم لباس خواب میں۔ انسان کھانا اور سونا

Marfat.com

جانتا ہے۔مگر جب ایمان ، اسلام ، اخلاص کی دولت سے مشرف ہوجاتا ہے تو ملائکہ سے بازی لے جاتا ہے۔اس امر ربی کی غذا حق تعالی کا ذکر ہے اور اللہ کی محبت زخمی دل کیلئے ذکر حق ہی مرہم ہوتی ہے۔

دل

غلام کیلئے بارگاہ شاہ کی حاضری سب سے بڑی نعمت ہوتی ہے۔ لیکن حضوری کی وہی نعمت نعمت ہوگی جو شاہ سے نسبت قائم ہونے کے بعد میسر آئے۔ نسبت قائم نہ ہو اور انسان صاحب حضور بن جائے تو یہ المیہ بہت اندوہ ناک ہوتا ہے۔اس صورت میں حضوری ہلاکتوں کا سامان بن جاتی ہے۔ حضوری وہی رحمت ہوتی ہے جس کے ذریعے رضا کے پھول چنے جائیں۔درگاہ سے وابستہ ہونے کے بعد اگر انسان کی توبہ رضا کے پھول چننے کی بجائے آرزوں اور تمناؤں کی تکمیل پر مرکوز ہوجائے تو یہ وابستگی غذاب الہی سے کم نہیں ہوتی۔ خواہشات کے غلبہ کے باعث انسان آنکھوں کے باوجود بھی اندھا ہوتا ہے اور شاہ کے جمال کی لذت سے محروم۔ بے خبر لوگوں کو صاحب حضور کہنا ہی درست نہیں۔دنیا والے قرب اور بعد کا اندازہ فاصلے سے لگاتے ہیں اگر فاصلہ نہ ہو تو قرب اگر طویل ہو تو بعد کا نام دیتے ہیں لیکن محبت کی بارگاہ میں قرب اور بعد کا اندازہ دل کی رفتار سے لگایا جاتا ہے۔

دل کی حقیقت سے آگاہی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہستیٔ دل کی حقیقت کو نہ پہچان لیا جائے۔ یہاں دل سے مراد حقیقت روح ہے۔اگر یہ نہ ہو تو جسم مردار کہلاتا ہے۔انسان کی تخلیق میں دو چیزوں کو عمل میں لایا گیا ہے ایک تو یہ ظاہری ڈھانچہ جس کو ہم جسم یا تن کہتے ہیں اور جو ظاہری آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے اور دوسری چیز باطن جس کو نفس دل اور جان سے موسوم کیا جاتا ہے اور اس کو ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکتی بلکہ اس کو باطن کی کی آنکھ ہی

Marfat.com

سے دیکھا جاسکتا ہے اور خود شناسی حقیقت میں باطن کی ادراک ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ اس کے تابع خادم اور لشکر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب دل کی بات کی جائے تو اس سے مراد آدمی کی حیثیت ہوگی۔ دل سے مراد گوشت کا وہ ٹکڑا نہیں جو جسم کے بائیں جانب ہڈیوں کے بکس میں محفوظ ہے۔ اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ یہ تو جانوروں اور مردوں میں بھی ہوتا ہے اور اسے چشم ظاہر سے دیکھا بھی جاسکتا ہے۔ اور جو چیز آنکھوں سے دیکھی جاسکے اس کا تعلق دنیا سے ہوتا ہے اور اس کو عالم شہادت کہتے ہیں۔

حقیقت دل کا تعلق عالم شہادت سے نہیں اس کی آمد اس دنیا میں تو مسافر کی سی ہے اور اللہ تعالیٰ کا خطاب بھی اسی دل سے ہے۔ یعنی حقیقت روح سے اور جان لو! جسم دل کی مملکت ہے اور اس مملکت میں دل کے مختلف لشکر ہیں "تمہارے دل کے لشکروں کو بجز رب" کے کوئی نہیں جانتا" (سورہ مدثر:۳۱)

لشکر دل کی تفصیلات کا جاننا تو کارِ دراز ہے البتہ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جسم ایک شہر ہے اور ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا اس شہر کے پیشہ ور اور شہوت (خواہشات) کی حیثیت خراج وصول کرنے والوں کی سی ہے۔

غصہ کو توال شہر اور دل اس شہر کا بادشاہ اور عقل اس کی وزیر اور کار مملکت میں بادشاہ کو ان سب کی ضرورت ہوتی ہے۔ نظام مملکت کو بحال رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ بادشاہ (دل) ہر کام وزیر (عقل) کے مشورے سے کرے۔ شہوت اور غضب کو عقل کے زیر فرمان رکھے اور عقل کو ان پر غالب اور مسلط تو مملکت کاروبار درست رہتا ہے اور راہ سعادت پر گامزن ہوتا ہے اور حضور الٰہی میں پہنچ جانا آسان ہوجاتا ہے۔ اس کے باوجود بھی انسان کو ایک محتسب کی ضرورت ہوتی ہے جو صاحب حضور ہو اور اسی کے ذریعے حریم جمال کی رسائی حاصل کی جاتی ہے۔ جب انسان صاحب حضور بن جائے تو صاحب سرور

Marfat.com

کہلاتا ہے۔غافل انسان نہ صاحب حضور ہوسکتا ہے اور نہ صاحب سرور۔وہ قریب رہ کر بھی دور رہتا ہے۔

قرب کیا ہے اور اس کے مراحل جن سے اسے گزرنا پڑتا ہے کیا ہوسکتے ہیں؟محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"خدا کی جانب سے تو روحانی و باطنی حیثیت سے جس حالت پر بھی ہو اس کے سوا کسی بلندی اور پستی کی آرزو نہ کر اور جب تو شاہ کے دروازے پر ہو تو محل میں داخل ہونے کا متمنی نہ ہو۔ یہاں تک کہ حکم شاہی تم کو جبراً داخل نہ کرے اور جب داخل ہوجائے تو اسے سعادت سمجھ اور مؤدبانہ فرمان پذیر ہو۔ اللہ تعالی کے حضور اپنے گناہوں سے نادم ہو اور صدق دل سے توبہ کر اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوجا۔ حکمت کبری اور کرامت عظمی حاصل ہوجائے گی"

یہ تمام اس وقت میسر ہو گا جب تری پشت پناہی صاحب حضور کرے جو تیرے خفیہ دل کے خفیہ راستوں سے واقفیت ہو ترا احتساب بھی کرے اور روشنی بھی عطا فرمائے۔ اس کے بغیر قرب کا حصول دشوار ہے۔ اس چراغ (مرشد) کی روشنی میں تجھے ایمان۔ یقین اور صحیح حقیقت کا انکشاف ہوجائے گا اور تجھے یہ خزانہ نسبت سے میسر آئے گا۔

خزانہ ویرانے میں دفن کیا جاتا ہے جب تو صاحب نسبت ہوجائے گا تو شیخ ترے جسم اور اس کی قوتوں کو (خواہشات نفسانیہ) ویران کردے گا۔اور پھر اس ویرانے میں تو قرب حق اور تعلق سے اللہ تعالی کے عظیم خزانے دل میں شاہدہ کرے گا۔اور تو اپنے دل کو اس کے ذکر میں ہمہ وقت مشغول پائے گا۔ جب یہ دولت تجھے میسر ہو جائے گی تو تو تنہائی پسند کرے گا۔اس میں تجھ کو راحت ہو گی۔ تو پھر تو زبان حال سے کہے گا۔

Marfat.com

گیا میں بھول گلستان کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوت صحرا نے

جب دل روتا ہے تو اس میں محبت کا خمیر تیار ہوتا ہے اور دل کو اس مبارک بیماری کے مثل کوئی بیماری نہیں اور جب درد دل (یعنی نسبت مع اللہ ورسولہ) دل میں راسخ ہوجائے تو سمجھو کہ اب یہ دل درحقیقت دل کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے۔

قلب سلیم

حق تعالی نے انسان کو حواس خمسہ کی قوتوں سے نوازہ ہے۔اگران میں ایک بھی قوت مفلوج ہوجائے تو آدمی آدمی نہیں رہتا۔ ہر حس کا اپنا دائرہ اختیار ہے ہر حس کا الگ وظیفہ ہے اور دوسری کسی حس (یا حواس) کو اس ک مملکت میں دخل اندازی کی اجازت نہیں۔

قدرت کا یہی قانون باطنی دنیا میں بھی کارفرما ہے۔ باطنی حواس اگر بے کار و معطل ہوجاویں تو ظاہری حواس اس کی کمی پوری نہیں کرسکتے۔روح وقلب جو عطیہ ربانی کی حقیقت رکھتے ہیں ان کے ذمہ بھی بہت سے کام ہیں۔ عقلی اپنی تمامتر خوبیوں کے باوجود روح اور قلب کا وظیفہ سرانجام نہیں دے سکتی اور نہ ہی دوسرے حواس اس میں کام آسکتے ہیں۔

ہدایت ربانی کا تعلق انسان کے ظاہری حواس سے نہیں بلکہ دل سے ہے۔ عقل تو محض ایک آلہ ہے وہ جو پیغام سنتی ہے وہ اس کو حق ہو خواہ باطل دل کے کانوں تک پہنچادیتی ہے۔ قبول کرنا یا رد کرنا۔ یہ دل کا کام ہے دربان کا کام تو بادشاہ کی بارگاہ میں آنیوالوں کی اطلاع دینا ہے باریابی عطا کرنا یا نہ کرنا شاہ کا کام ہے۔دربان کو یہ قدرت حاصل نہیں۔ عقل بھی نہ رد کرسکتی ہے نہ قبول رد و قبول کرنے کا فتوی۔ مملکت وجود کی حکمرانی کرنے والے بادشاہ (دل) کے سپرد ہے دل میں سلامتی موجود ہو تو وہ بغیر کسی ردو قدح کے بغیرہدایت قبول

Marfat.com

کر لیتا ہے۔ سلامتی سے محروم دل کو یہ سعادت کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ ارشاد ربانی کے مطابق رضوان کی منزل اس کو میسر آئے گی جو اپنے مولا کی بارگاہ میں قلب سلیم لے کر حاضر ہو گا۔ نوازش اور کرم صرف قلب سلیم والوں کے لئے مخصوص ہے۔ ایک انسان جو غائیت درجہ عقل مند ہو لیکن اس کا دل پراگندہ ہو وہ حق کی بارگاہ میں نہیں جھک سکتا۔ قرب دل کے ذریعے حاصل ہونا ہے۔ عقل کے ذریعے اگر نصیب بھی ہو جائے تو وہ قرب نہیں کہلاتا کیونکہ عقل دل کا راز پانے سے قاصر ہے۔

قرآن کا نزول عقل پر نہیں بلکہ دل پر ہوا تھا اور یہ یار کا بھید ہے۔ یار کی امانت ہے اسی لئے دل کے سپرد کی گئی اور یہ دولت اب اہل دل ہی کو میسر آتی ہے۔ اہل عقل پر اس کے مصارف نہیں کھلتے دل کی امانت اہل عقل کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہے؟

ازل میں بھی محبت کا امین دل تھا اور ابد میں بھی یہ امانت دل ہی کے پاس رہے گی۔ اس خزانے کو عقل کے رہزن نہیں لوٹ سکتے کیونکہ وفادار امین جان تو دے دیتے ہیں راز نہیں دیتے۔ عقل کے رشتہ قائم ہونے کے بعد ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر دل کا رشتہ جب قائم ہو جائے تو ہرگز نہیں ٹوٹتا۔ اسی لئے قلب سلیم کی بڑی اہمیت ہے۔

جلائے قلب کا باعث ہے کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا "استغفار" اسی لیے استغفار و توبہ تزکیہ روح ہے اور ہر مومن کیلئے مفید توبہ استغفار ہر حال میں عبد کی دولازی صفات ہیں اور یہ صفات حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی مقدس میراث جب ان کے احوالِ باطن پر عہد کی خلاف ورزی نے تاریکی ڈال دی تو اپنے ارادہ اور خواہش کے پیروی میں مبتلا ہوئے۔ اس وقت ارادہ آدم علیہ السلام ارادہ الٰہی کے ساتھ شریک ٹھہرا بدین وجہ یہ ارادہ ٹوٹ گیا اور پہلی باطنی حالت زائل ہو گئی اور وہ ولایت سے معزول ہو گئے۔ اور قرب خداوندی تلف ہو گیا۔ انوار تاریک ہو گئے پھر

Marfat.com

استغفار کی برکت سے آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے اسرار اور تجلیات کا ورود ہوا جن سے قبل ازیں آپ بہرور نہ تھے۔ بعد ازیں ان کا ہر ارادہ خدا کے ارادہ کے مطیع ہوا اور ان کی حالت ارفع سے ارفع تر ہوتی چلی گئی۔ یعنی ان کو جلائے قلب عطا ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دل پر بعض اوقات ایک حجاب وارد ہوتا ہے۔ میں اس کے ازالہ کیلئے دن میں ستر بار خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے پر آپ کو نورانی خلعتیں پہنچائی جاتیں اور کشف و معرفت ہر دوسری حالت پہلی حالت سے ارفع اور اعلیٰ ہوا کرتی تھی۔ معلوم ہوا کہ قلب سلیم کی جلا کیلئے جو تمام حواس کا سردار ہے۔ استغفار کا نسخہ کیمیا ہے۔ اسی لئے توبہ واستغفار اور عرض و نیاز مندی کے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ اور نوع انسانی کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے خصائل اختیار کرنا ازبس ضروری ہیں اور یہی خداوند کریم کے سچے عاشقوں اور دوستوں کی سنت ہے جو قلب سلیم کی روح اور نجات کی ضامن ہے۔

توبہ کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر بندے کیلئے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اے مسلمانو! تم سے جو احکام میں کوتاہی ہو گئی ہو تو تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ (سورہ النور۔ ۳۱) یعنی نجات کے امیدواروں کو نجات توبہ ہی کے ذریعے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول ہو گی۔ پیشتر اس کے کہ آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہو (مطلب یہ کہ آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ توبہ قبول نہ ہو) اور فرمایا پشیمانی بذات خود توبہ ہے اور فرمایا لوگوں کی راہ گزر میں مت کھڑے ہو جیئے کہ اس سے لاف گاہ کی حاصل ہے کیونکہ وہیں پر کھڑا ہوا شخص دوسروں کا مذاق اڑاتا ہے کوئی وہاں سے گزرنے والی عورتوں سے بدتمیزی کرتا ہے غرض وہاں کھڑے ہونے والا تو اس جگہ سے اٹھتا ہی نہیں جب تک کہ اس پر دوزخ واجب نہ ہو جائے۔ ہاں مگر توبہ ایسی چیز ہے کہ ان لوگوں کی

Marfat.com

بھی قبول ہو سکتی ہے۔(اگروہ کریں تو)اور فرمایا میں ہر روز ستر بار توبہ واستغفار کرتا ہوں اور فرمایا جو شخص توبہ واستغفار کرتا ہے حق تعالی کی حکمت سے وہ فرشتے جو گناہ لکھنے پر مامور ہیں اس کا گناہ لکھنا ہی بھول جاتے ہیں اس شخص کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا بھی اس گناہ کو بھول جاتے ہیں جن کے ساتھ اس نے گناہ کیا تھا۔اور وہ جگہ ان گناہوں کو بھلا دیتی ہے۔جہاں پر اس سے گناہ کا ارتکاب ہوا تھا۔تاکہ جب گناہ گار(تائب ہو کر)حق تعالی کے حضور پہنچے تو اس کے خلاف کوئی گواہ موجود نہ ہو اور وہ قلب سلیم کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں موجود ہو۔اگر کوئی توبہ کے بعد بھی گناہ کرتا رہے تو اس کو توبہ نہیں کہیں گے۔کیونکہ ایسے اعلانوں کی حیثیت ابتدائے توبہ کی ہے نہ کہ کامل توبہ کی۔کیونکہ اس کا باطن گناہ سے خالی نہیں ہوا۔اور گناہ میں حرص کا بہت دخل ہے۔مثلاً طعام کی حرص شہرت کی حرص مال و جاہ کی حرص حسد اور غصہ کا جذبہ۔کِبر و نخوت کی طمع اور ریاکاری کی عادت تاوقتیکہ تمام مہلقات بیک وقت دور نہ ہو جائیں کیونکہ یہی امور تمام خباثتوں کو جنم دیتے ہیں اور یہی وہ امور ہیں جن سے توبہ کرنا واجب ہے۔یعنی فرض ہے۔تاکہ ان سے ہر چیز حد اعتدال پر آجائے اور تمام شہوات عقل پر غالب نہ رہیں۔بلکہ عقل سے مغلوب ہو جائیں۔اور اس کی اطاعت اختیار کرلیں۔اس کیلئے بڑے مجاہدے اور ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔اور اس کیلئے بھی طالب کو مطلوب کی ہدایت اور توجہ کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔

Marfat.com

تجلیات

عرش الٰہی

جسم اور روح کے اتصال کا نام زندگی ہے اور ان دونوں کی مفارقت موت جسم اسی وقت تک زندہ ہے جس وقت تک اس میں روح جاری وساری ہے۔ روح نکل جانے کے بعد یہ بے کار ہوجاتا ہے۔ جس طرح جسم کی حیات روح پر موقوف ہے ایسے ہی دل کو یاد الٰہی سے زندگی ملتی ہے محبت الٰہی دل میں موجود ہو تو دل زندگی پاتا ہے جس سے ان تمام امور کا صدور ممکن ہوتا ہے جو زندہ دل کے لوازم کہلاتے ہیں۔ کیف اور سرور بھی زندگی اور توانائی کے لازمی ثمر ہیں۔

دل کی حیات کو بھی یاد الٰہی سے زندگی نصیب ہوتی ہے تب وہ زندہ کہلاتا ہے۔ اور اس سے زندگی کے آثار ومظاہر کا سراغ مل سکتا ہے۔ اس ذات کی یاد اور محبت نکل جانے کے بعد وہ صرف گوشت کا لوتھڑا رہ جاتا ہے اور ایسے لوتھڑے کو دل کہنا درست نہیں۔ یہ تو حیوانوں میں بھی موجود ہوتا ہے۔

مومن کا دل جو عرش الٰہی ہے جس سے حیات کیف گیر ہوتی ہے جو حیات افروز اور حیات آفریں ہے اس کو گوشت کے لوتھڑے سے کیا نسبت؟ یہ تو روح نکل جانے کے بعد قائم نہیں رکھ سکتا اور کوئی سلیم الفطرت انسان اس کے قریب نہیں پھٹکتا۔ رب تعالیٰ سے کیسے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس بدبودار لوتھڑے کو اپنی جلوہ گاہ بنائے اور اسے عرش الٰہی کہے۔ عرش الٰہی تو یہ اس وقت بنتا ہے جب حسن مطلق کے جلوؤں کا مسکن بن جائے۔ مکان کی زیب وزینت سے اچھے مکین کی موجودگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جس گھر میں ہر سو گندگی کے ڈھیر موجود ہوں اس میں ایک لمحہ ٹھہرنا بھی دشوار ہے اس کے متعلق کون گمان کرسکتا ہے کہ اس میں کوئی لطیف مزاج قیام کرے گا۔

Marfat.com

جب ذات کا تعلق قائم ہو تو اس کی میراث مل کر رہتی ہے شیطان سے تعلق ہو تو صفات میں اس کے اثر کی جھلک نظر آنے لگتی ہے۔اگر رحمان سے تعلق ہو تو حیات رحمانی صفات سے متصف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔اب یہ انسان کے ذوق پر موقوف ہے کہ وہ کس صفت سے متصف ہو کر زندگی گزارے۔

عرش الٰہی (دل) کے عجائبات کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اس کا شرف صرف یہی ہے کہ باقی ہر شے سے عجیب تر ہو مگر اکثر اس سے غافل ہیں۔اس کے شرف وفضیلت کی دو وجوہات ہیں۔ایک تو علم کی رو سے اور دوسرے قدرت کی رو سے علم تو اس لئے کہ تمام خلق اسے سیکھ اور سمجھ سکتی ہے۔اور قدرت کی رو سے کہ یہ اوروں سے پوشیدہ بھی ہے اور اسے ہر کوئی حاصل نہیں کرسکتا۔اور یہ (پوشیدہ) علم ہی عزیز تر ہے۔اور یہ تقسیم پذیر نہیں ہوتا اور تمام دنیاوی علوم اس میں یوں سماجاتے ہیں جیسے پانی کا قطرہ دریا میں گم ہوجاتا ہے اور عذر وفکر کے ہر لحظہ سے اس کا تخیل اس قدر بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے جو اسے مشرق سے مغرب تک لے جاتا ہے۔اگرچہ وہ رہتا اسی آب وگل میں ہے اس کے باوجود بھی وہ تمام آسمانوں کی سیاحت کرتا ہے اور ہر ستارے کی تقدیر کو جانتا ہے اور طرح طرح کے حیلوں سے مچھلی کو دریائی گہرائیوں سے باہر اور پرندوں کو ہوا کی بلندیوں سے نیچے لے آتا ہے بڑے بڑے پرندوں کو اپنے تابع بنا لیتا ہے۔یہ تمام علوم وہ اسے حواس خمسہ سے حاصل ہوتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ حواس خمسہ کا تعلق دل ہی سے ہے اور عجیب تر بات یہ ہے کہ جس دل کے اندر سے پانچوں دروازے عالم محسوسات کے کھولے گئے ہیں اسے عالم جسمانی کہتے ہیں اسی طرح جو ملکوت آسمان کی طرف کھولے گئے ہیں عالم روحانی کہلاتا ہے۔مگر عام خلق اس عالم جسمانی کو محسوس کرسکتی ہے حالانکہ یہ بہت مختصر ہے بلکہ بے بنیاد بھی۔

دل کی شان تو ایک آئینے کی سی ہے اور لوح محفوظ بھی ایک۔آئینہ ہے جس میں تمام موجودت کا عکس پڑتا ہے جس طرح اگر دو آئینے آمنے سامنے رکھ

Marfat.com

دیئے جائیں تو ایک کا عکس دوسرے پر پڑے گا اسی طرح اگر دل کا آئینہ صاف ہو تو لوح محفوظ کی صورتیں اس میں دکھائی دیں گی۔ اس طرح اس دل کی نسبت لوح محفوظ سے ہو جائے گی۔ مگر جتنی دیر اس کا تعلق عالم محسوسات سے ہوگا اس وقت تک عالم ملکوت سے حجاب میں رہے گا۔ مگر خواب کی حالت میں کیونکہ یہ عالم محسوسات سے فارغ ہوتا ہے اس لئے لامحالہ اس کا گوہر ملکوتی جو اس کے اندر ہوتا ہے نمودار ہونے لگتا ہے۔

لیکن یہ ہرگز گمان نہ کرنا چاہیے کہ یہ صرف خواب میں اور موت کے بغیر نہیں کھل سکتا۔ درحقیقت یہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عالم بیداری میں ہی کوئی شخص ریاضت اور مجاہدہ سے کام لے تو یہ راہ ہر شخص پر کھل جاتا ہے۔ اور کارہائے عظیم دیکھنے میں آتے ہیں۔

لیکن یہ ضروری نہیں جو بوتا ہے وہ ضرور کاٹتا ہے اور جو روانہ ہوتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے اور نہ ہر ڈھونڈنے والا لازماً پا کر ہی رہتا ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ جو کام جس قدر بزرگ تر ہوتا ہے اس کی شرائط بھی اسی قدر زیادہ وسیع ہوتیں ہیں اور یہ انسان کے اشرف ترین درجوں میں سے ہیں۔ یہ مقام معرفت اور طلب الٰہی ہے جو بغیر مجاہدہ اور بغیر کسی مرشد کامل اور راہ دان کے ہاتھ نہیں آتا۔

نشہ اور کیف

دل میں ایمان موجود ہو تو مشکلات کا ہجوم بندے کو مولا کے قریب کر دیتا ہے۔ ایمان کی قوت سے محروم انسان کیلئے معمولی مصیبت بھی گوناگوں پریشانیوں کا موجب بن جاتی ہے۔ آگ سونے کے حسن کو نکھار دیتی ہے اور ملمع کا کھوٹ ظاہر ہوتا ہے۔

بارگاہ صمدیت میں شرف قبولیت حاصل کرنے والا حسن وہ نہیں جس کی شمع کو حوادث کے جھونکے بجھا دیں۔ یہاں اس کی حس پذیرائی ہوتی ہے اسے شان

Marfat.com

توجہ سمجھا جاتا ہے جو مصائب کی آندھی میں صابر وشاکر اور اپنے مالک کا ثنا خواں رہے۔ اس کے چمنستان میں مہکنے والے پھول سدا بہار ہوتے ہیں۔ جن پر خزاں کا زنگ نہیں چڑھتا۔

اصل بات یہ ہے کہ صدیق انسان اور ہوس کے بندے کے نظریات میں بنیادی طور پر یہ فرق ہوتا ہے کہ صدیق انسان محبوب کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو راہ محبت کے ثمرات سمجھ کر خوش ہوتا ہے اور ایمان سے خالی انسان ناگواری پیش آجانے پر مضطرب ہوجاتا ہے۔ ذاتی اغراض اُسے اس قدر مطلب پرست بنا دیتی ہیں کہ زبان سے خدا تعالیٰ کے علیم و حکیم ہونے کا اقرار کرنے کے بعد اپنی ہی مصلحتوں کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ گویا وہ بندہ ہو کر خالق کو اپنی مرضی کے تابع بنانا چاہتا ہے۔

محبت کی مراد ارباب غرض کی مراد سے مختلف ہوتی ہے۔ دونوں میں کوئی مطابقت نہیں ہوتی۔ ایک بامراد ہوتا ہے اور دوسرا نامراد۔ دونوں کی راہیں مختلف ہوتی ہیں بامراد وہی ہوتا ہے جو عیب دار ہونے کے باوجود استغفار کا ذاکر ہو وہ اس کانٹے کی طرح ہوتا ہے جو زبان حال سے رو کر التجا کرتا ہے۔ اے عیب چھپانے والے خدا! میرا عیب کیسے چھپے گا۔ میں تو کانٹا ہوں۔ اس کی یہ فریاد و گریہ زاری قبول ہونے کے بعد حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس کی عیب پوشی اس طرح کرتا ہے کہ اس پر پھول اگا دیتا ہے۔ جس کی پنکھڑیوں کے دامن میں وہ خار اپنا منہ چھپا لیتا ہے۔ پس اگر کوئی کانٹا ہے تو اس کو اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ اول تو خصلت گل سے نواز دے گا ورنہ اگر کاملین میں نہ ہوسکا تو تابعین میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اٹھے گا۔ وہ مثل خار کے محروم نہ رہے گا۔ اہل اللہ کی محبت کا ادنی فائدہ یہ ہے کہ ان سے تعلق رکھنے والا گناہ پر قائم نہیں رہتا۔ توفیق توبہ ہوجاتی ہے اور شقاوت سعادت میں تبدیل ہوجاتی ہے اور وہ نشہ و کیف بردار ہوتا ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے شرح بخاری فتح الباری میں حدیث شریف کی تشریح اس جملہ سے کی۔

"اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنے والا انہیں کے ساتھ درج ہوجاتا ہے اور ان تمام نعمتوں میں جو اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو عطا فرماتا ہے برابر کا شریک اور یہ اہل اللہ کا اکرام ہوتا ہے۔ جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ غلام کو بھی وہی اعلیٰ نعمتیں دی جاتی ہیں جو معزز مہمان کیلئے خاص ہوتی ہیں۔

موج و اضطراب

دل کی لگن کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں پاتا۔ دل میں اگر لگن موجود ہو، جذبہ و شوق کی دنیا آباد ہو، جذبات کی تند و تیز موجیں پیہم اٹھ کر احساسات میں طلاطم پیدا کر رہی ہوں اور عزائم کو نئی تاب و تواں مل رہی ہو تو انسان پر نا کشودہ راہیں کھلنے لگتی ہیں جن مشکلات کا حل ناممکن نظر آتا ہے وہ بھی آسان ہونے لگتی ہیں۔ حیات کو نئی تابندگی عطا کرنے والے سوتے۔ اگر خشک ہوگئے ہوں تو حیات کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔

زندگی کی تڑپ اور ولولہ، زندہ اور بیدار دل کے جذبات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ دل کی بیداری سوز آرزو سے ملتی ہے۔ مردہ قلب میں روح نہیں ہوتی اور اس سے کسی معجزانہ کارنامے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اسلام نے مردوں کو زندگی عطا کی تھی۔ انہیں زندگی اور موت کے مفہوم سے آگاہ کیا تھا۔ اسلام چلتی پھرتی لاشوں کو زندہ نہیں کہتا۔ اس کے نزدیک زندگی دل کی حیات کا نام ہے۔ دل کو خدا کی یاد سے زندگی ملتی ہے۔ عبد اور معبود کا رشتہ جب جڑتا ہے تو دل میں حیات آفرین جذبات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ جذبات کا نیا سمندر سینے میں موجزن نظر آنے لگتا ہے جس کی ہر موج حسین دلاویز متنوع اور ولولہ انگیز ہوتی ہے جو سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرا کر اس کو پاش پاش کردیتی ہے۔ ساحل کو آغوش میں لیتی

Marfat.com

ہے اسے بہا کر لے جاتی ہے۔ موج کی فطرت میں اضطراب ہوتا ہے جو اس کا سرمایہ حیات بنتا ہے۔ عبد اور معبود کا رشتہ جب قائم ہوتا ہے تو اس میں ربانی صفات چمکنے لگتی ہیں وہ اپنے مولاؐ کی صفت کا مظہر اور آئینہ بن جاتا ہے۔

آفتاب کا فیضان چمنستانوں اور خیابانوں تک ہی نہیں ہوتا وہ غلاظتوں پر بھی پر توافگن ہوتا ہے۔ اور ظلمتیں اس سے اکتساب نور کرتی ہیں۔ مومن کا دل بھی چشمہ فیضان الٰہی ہوتا ہے۔ وہ ہر طرف تجلیاں بکھیرتا ہے اگر ان صفات کا حامل نہ ہو تو اسے چشمہ فیضان الٰہی نہیں کہا جاسکتا وہ بخیل کہلاتا ہے۔ اور بخیل فطرت کا نمائندہ نہیں ہوسکتا۔

اللہ جس بندے کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اس طریقہ کا نام طریق جذب ہے (اللہ یجتبی الیہ من یشاء) اور ہدایت دیتا ہے اس بندے کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اس کا نام طریق سلوک ہے (ویھدی الیہ من ینیب)

سلوک فعل اختیاری ہے اور جذب امر خیر اختیاری پس بندہ سلوک کا مکلف ہے لیکن عادۃ ہر مالک کو بھی اس کے مجاہدات کا صلہ من جانب اللہ نصیب ہوجاتا ہے وہ ہے (جذب) جب اللہ تعالیٰ کسی پر فضل کرنا چاہتا ہے تو وہ بندہ کو اپنے کسی دوست کی طرف بھیج دیتا ہے (سلوک)

سن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ بتا دیتے ہیں

جب عارف باللہ طالب کو منازل سلوک طے کراتا ہے تو اس کو ایک خاص لذت سے بھی دوچار کرتا ہے اور وہ ایام تزکیہ کو لذت کی وجہ سے کوئی وقعت نہیں دیتا۔ پھر اس کے دل کو عشق کی آگ لگا دیتا ہے۔

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک سینہ بہ سینہ ہے آگ خانہ بہ خانہ ہے

یہ آگ طالب کے دل میں موج واضطراب پیدا کردیتی ہے۔ ظاہر ہیں اس کی حالت

Marfat.com

کو دیکھ کر اس کو مضطرب پاتے ہیں لیکن وہ اندر سے پر سکون ہوتا ہے۔ اس سمندر کی طرح جو چاند کی روشنی میں تو مدوجذر میں دیکھائی دیتا ہے مگر اس کے اندر مکمل سکون ہوتا ہے۔ توجہ شیخ ذکر حق سے اس کی روح کو وہ سکون بہم پہنچاتا ہے جو بادشاہوں کو بھی میسر نہیں ہوتا۔ پھر وہ عاشق صادق کہلاتا ہے۔

قیمت خود ہر دوعالم گفتئ

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اے اللہ آپ نے اپنی قیمت دونوں عالم بتائی ۔اگر دونوں عالم مل جائیں تو یہ قیمت آپ کی ذات کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ نرخ اور بڑھائیں کہ ارزانی ہے۔

اگر تم ایک لحہ بھی حق تعالی کی تجلیات قرب کا مشاہدہ کرلو تو عمر بھر کے واسطے عاشق صادق کی غلامی قبول کرلو گے اور اس سے مضطربانہ درخواست کرو گے۔

عشق حق کی آگ سے سینہ مرا بھر دیجئیے

تمہارے جسم کی خالی شیشی جس کی قیمت چند ٹکے تھی جب اس میں عطر اضطراب شیخ کے توسل سے ڈال دیا جائے گا۔ تو یہ لاکھوں کے باوجود بھی گراں ہوگی۔

اضطراب اور سکون

انسان اپنی بد اعمالیوں سے اس دنیا کو اپنے لئے جہنم بھی بنا سکتا ہے اور جنت کا نمونہ بھی یہی دنیا بن سکتی ہے۔جو کچھ ہمیں پیش آتا ہے وہ ہمارے ہی اعمال کا ثمرہ ہوتا ہے۔فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ خدا تعالی کے مقبول بندوں کو جو ناگواری پیش آتی ہے وہ ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ امتحان ہوتا ہے جو ان کو خدا تعالی کے زیادہ قریب کردیتا ہے مگر ہماری ناگواریاں ہمارے شامت اعمال کا ثمرہ ہوتیں ہیں۔

Marfat.com

جنت اور دوزخ تو صرف اللہ تعالی کے لطف و کرم کی جگہ دوسری اس کے قہر و غضب کا مقام۔ لطف و کرم کی جگہ وہ سب کچھ ہو گا درست ہے۔ چشم و گوش لذت پا سکیں۔ وہاں احساسات ظاہری اور باطنی کا سکون میسر آئے گا۔ اور دوسرے ان تمام لذتوں سے محروم۔ یہ بات مسلم ہے کہ اضطراب روح سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں۔ ایک آدمی کو تمام راحت کے سامان سے میسر آنے کے باوجود بھی روحانی تسکین سے محروم اور ایک کچھ نہ ہونے کے باوجود بھی اس کی روح کو تسکین حاصل ہے تو یہ خاص کرم ہے خداوند کریم کا۔ خدا تعالی کی ذات اس بات پر قادر ہے کہ وہ راحت کے سامان پہنچائے اور ایسے سامان نہ ہونے پر ہی وہ راحت پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے مال و اولاد طلب کرتے وقت یہ دعا کرنی چاہئیے کہ اے اللہ ہمیں مال و دولت کے فتنہ سے محفوظ فرما۔ گویا ہر وقت اس کی عافیت کا طلب گار رہے۔

محبت کی عطا میں یہ تاثیر ہے کہ وہ جزو بدن بننے کے بعد خیبر شکن بن جاتی ہے۔ مردوں پر نظر ڈال دے تو ان میں زندگی کا تازہ خون دوڑانے لگتا ہے۔ ناجائز طریقہ سے حاصل کیا ہوا مال چہرے پر سرخی تو لا سکتا ہے مگر مردوں کو زندگی عطا نہیں کر سکتا۔ وہ تو خون بننے کے بعد جسم و جان کو سکون سے محروم کر دے گا۔ اور غضب خداوندی کو دعوت دے گا۔ سکون حلال کا مال ہی بخش سکتا ہے۔ اعجاز نمائی کی شان اسی لقمہ میں پیدا ہو گی جو خدا تعالی کے فرمانبردار بندے کی رگوں میں خون بن کر دوڑے گا۔ خواہ وہ کتنا ہی بے حقیقت کیوں نہ ہو۔

Marfat.com

خواجگی اور بندگی

تعلق باللہ کا صحیح صحیح لطف تو ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جن کی طلب کے زاوئے درست ہوں۔تاجر نہ محبت کی بو سونگھ سکتا ہے اور نہ کسی روح میں مستی اور سرشاری پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے کہ اس کے تعلقات کی اَساس لین دین پر ہوتی ہے۔جہاں روح کا تعلق ہو گا مستی بھی وہیں ہو گی اور وہی روح کیف و سرور کے عالم میں مست و سرشار بھی رہے گی۔ جس نوعیت کا تعلق ہو گا ویسے ہی اس کے اثرات مرتب ہوں گے۔طلب کا زاویہ مختلف ہو گا تو اثرات بھی مختلف نمودار ہوں گے۔ تعلق جس نوعیت کا قائم ہو گا ویسا ہی اثر ظاہر ہو گا۔

نشاط روح بھی ہیں اور تکلیف تمنا بھی
حقیقت میں وہ ویسے ہی ہیں جیسا ہم گمان کر لیں

اس لئے بندہ کا مولی سے تعلق کرنے سے پہلے طلب کے زاوئیے درست کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

ایمان ہے کیا؟ یہ تعلقات کی استواری اور درستگی کا نام ہی تو ہے۔وہ پیمان محبت جو اپنی عبودیت کا اعتراف اور اس کی حاکمیت کے احساس کے ساتھ بندہ باندھ لیتا ہے اس کو ایمان کہتے ہیں۔اور اعمال صالحہ کا نتیجہ اور ثمر ہوتے ہیں۔

خدا تعالیٰ تو خیر بے نیاز ذات ہے۔ تمام اگر اس کی تابع فرمان بن جائیں تو اس کی خدائی کی لامحدود وسعتوں میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی باغی بن کر اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ کوئی بھی انسان اسی شرط پر تعلق قائم نہیں رکھ سکتا کہ اسے ہر مطالبہ تسلیم کرنے پر مجبور کیا جائے۔ ہر آرزو اور تکمیل کا ذریعہ بنایا جائے۔ ایسے تعلقات میں نہ استواری قائم رہتی ہے اور نہ ہی اسے محبت کا سرمایہ سمجھا جاتا ہے۔

اصحابہ کرامؓ نے ایمان لانے کے بعد اپنی آرزوئں اور تمناؤں کی بساط لپیٹ

Marfat.com

کرر کھ دی تو خداوند کریم نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ہم ان سے راضی ہو گئے اور وہ ہم سے راضی ہیں۔ان کے سامنے صرف ایک ہی مقصد تھا کہ وہ خدا کو راضی کرنا چاہتے تھے۔ جب مقابل کی چیز مقصود بن جاتی ہے تو وہاں رضا کو خیر باد کہنا پڑتا ہے۔ دوسرے کی رضا کے ساتھ اگر اپنا مفاد بھی پیش نظر ہو تو اسے پیمانِ محبت نہیں کہا جاسکتا۔ فی زمانہ اس پیمانِ محبت کو قائم رکھنے کیلئے بھی تربیت اور طلب کے زاوئے کا رخ درست کرنے کیلئے کسی مرد کامل کی ضرورت ازبس ضروری ہے اور اس کے لئے ہادی کی تربیت اور توجہ کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔

ایمان خوف ورجا امید و بیم یاس اور آس کے درمیان کی کیفیت کا نام ہے یعنی جب انسان اپنی کوتاہیوں گناہوں اور نافرمانیوں پر نظر ڈالے تو اس پر ایک خوف طاری ہوجائے اور وہ اپنی مغفرت سے ناامید ہونے لگے اور جب وہ اللہ تعالی کی شان غفاری وستاری اس کی رحمت اور مخلوق پر اس کے بے پایاں شفقت کا تصور کرے تو اس کا دل اچھی امیدوں اور بخشائش کے خیال میں مسرور ہوجائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب امید خوف پر غالب آجاتی ہے تو آدمی بے خوف ہو کر گناہ کی تاریک غار میں جا گرتا ہے اور اپنے نفس کی حفاظت ترک کردیتا ہے اسی وقت اس کے معاملات اللہ تعالی سے خراب ہونے لگتے ہیں اس کے برخلاف اگر خوف اس پر غالب آجائے تو توحید میں نقص پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ خوف کے غلبہ کی صورت میں انسن اللہ تعالی کی رحمت سے ناامید ہوجاتا ہے اور رحمت سے ناامیدی کفر ہے۔ اس لئے کہ ناامیدی اس وقت غالب آتی ہے جب انسان اس کو قادر مطلق نہ جانے کہ وہ جو خالق کائنات ہے عزت وذلت حیات و موت صحت ومرض تنگی وفراخی اور خیر وشر کا مالک ہے جس کے فیصلے کو کائنات کی کوئی چیز روک نہیں سکتی چاہیے بخش دے چاہے عذاب دے۔ پل بھر میں ذرے کو آفتاب اور آفتاب کو نیست ونابود کردینے پر قادر ہے۔ بھلا اس کی رحمت سے نامیدی چہ معنی۔ بندہ کا کام تو بندگی ہے بندگی کرتا رہے اور یقین رکھے کہ وہ سختی داتا جو

Marfat.com

اپنے در سے کسی سائل کو نامراد نہیں لوٹاتا ہر گز ہر گز اپنے بندہ کو محروم نہیں کرتا۔ در پہ پڑا رہے تو کبھی تو دروازہ کھلے گا۔ کبھی تو کہے گا لبیک یا عبدی۔ میرے بندے کہہ تو کیا کہنا چاہتا ہے۔ وہی دن بندے کی کامرانی اور شادمانی کا ہوگا۔ معلوم ہوا امید کی درستگی اور خوف کی صحت ایمان کے کمال کیلئے دونوں ضروری ہیں۔ سلام ہو (امید کی درستگی اور خوف کی صحت ایمان کے کمال کیلئے دونوں ضروری ہیں۔ امید کی درستگی اس لیے کہ اس سے اللہ تعالی کی رحمت کی معرفت حاصل ہوگی اور خوف کی صحت سے انسان گناہوں سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کرے گا۔ گناہ سرزد ہونے کی صورت میں فوراً توبہ کی طرف سبقت کرے گا۔ اس لئے کہ اس کا رب تو رب الرحیم ہے۔ شرط یہ کہ بندے میں ندامت و پشیمانی، گریہ زاری اور عاجزی وخاکساری پیدا ہو کہ مولا کو یہی پسند ہے۔ اس کیلئے بھی ایک محتسب کا ہونا ضروری ہے جو اس کو غلط روش پر ڈانٹ کرتا رہے اور اس کا تکمیلہ کرتا رہے۔ باطنی توجہ سے اس کو تسکین بہم پہنچائے تاکہ قرب میسر آئے۔

بصارت اور بصیرت

نقش سے محبت نقاش سے محبت کی دلیل ہوتی ہے۔ تخلیق کے حسن وجمال کو اگر نظر انداز کردیا جائے تو نہ خالق کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے محبت قائم ہوسکتی ہے۔ ہر تخلیق اپنے خالق کی آئینہ ہوتی ہے۔ تخلیق کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ خالق کی طرف رہنمائی ہو۔ نقش جب دل پر اپنی عظمت کا سکہ جمالیا ہے تو نقاش کی عظمت خود بخود دل میں جاگزیں ہونے لگتی ہے۔

قرآن مجید میں جابجا اس امر کی تائید کی گئی ہے کہ آسمان زمین چاند ستاروں سورج پہاڑوں دریاؤں اور ایسی ہی تخلیق پر غور کیا جائے۔ یہ تمام رب کی نشانیاں ہیں اور ان پر غور کرکے ہی اللہ تعالی کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کی قدرت

Marfat.com

اور حکمت کا پتہ چلتا ہے۔ اس ذات کی عرفان حاصل ہوتی ہے۔ اس تک اس کی فکر پہنچے یا نہ پہنچے مگر یہ خیال ضرور اجاگر ہوتا ہے کہ یہ تمام چیزیں بے کار نہیں بنائی گئیں۔ دریاؤں کو روانی بلاوجہ نہیں دی گئی۔ پہاڑوں کی جلال و جبروت بے مقصد نہیں ۔ہوا کا خرام بے سبب نہیں۔ صحرا کی خاموشی بھی ایک نغمہ ہے جس کو بیدار دل سن سکتا ہے۔ محبوب کے ان قاصدوں کا آنا جانا بلاوجہ نہیں۔ جو دل ان قاصدوں کا پیغام سنتا ہے اسے بیداری نصیب ہوتی ہے۔ جو آنکھیں آیات الیہ کو دیکھتی ہیں انہیں بصارت ملتی ہے۔ بصیرت اور بصارت سے محروم انسان کچھ دیکھ سکتا ہے نہ عبرت حاصل کر سکتا ہے۔ یہ دولت اس انسان کو میسر آتی ہے جو متلاشی ہوتا ہے۔ جو اس کی طلب رکھتا ہے۔ طلب سے محروم کیلئے اعلیٰ غذا بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ منزل ان ہی کو ملتی ہے جو منزل کے خواہاں ہوں اور اس کو اپنا مقصود حیات جانیں۔ خواہ راہ میں لمن سے تعجب انگیز امور کا سدور بھی نہ ہو۔ آخرت میں انسان سے ذہانت کے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔ پوچھا یہ جائے گا کہ اس منزل کیلئے کیا لائے ہو۔ اس کا جواب ان ہی کو بن آئے گا جو دل رکھتے ہیں۔ اور دل میں نقاش کی عظمت اور محبت بھی۔

محبت کیا ہے؟ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مُحبّ کا اپنے اوصاف کو اپنے محبوب کی طلب میں محو کرنا اور محبوب (یعنی اللہ تعالی) کی ذات کو ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ محبوب باقی ہوتا ہے اور مُحبّ فانی اس لیے محبت کی عزت کیلئے محبوب کی بقا کو اپنی نفی سے طلب کرتا ہے تاکہ اس کو ولایت مطلق حاصل ہو۔ اور صفتِ محبت کا فانی ہونا محبوب کی ذات کے ثابت کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ جب محب جان جاتا ہے کہ اس کی حیات محبوب کے جمال سے ہے تو ضرور وہ اپنے اوصاف کی نفی کا طالب ہوتا ہے۔

حضرت بسطامی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ خود کو تو تھوڑا جانے اور دوست کے تھوڑے کو بہت زیادہ اور یہی معاملہ اللہ تعالی کا بندے کے ساتھ

Marfat.com

ہے کہ دنیا کی نعمت اور جو کچھ دنیا میں اس نے بندہ کو عطا کیا اس کو تھوڑا کہا ہے پھر اس تھوڑی سی عمر تھوڑی سی جگہ اور تھوڑے سے سامان کے ہوتے ہوئے ان کے تھوڑے سے ذکر کو بہت کہا (قل متاع الدنیا قلیل) اے محمد ﷺ فرما دیجئے کہ دنیا کا سامان جو تمہیں دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے)

حضرت سمنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محبت الٰہی حق تعالی کے راستہ کی اصل بنیاد ہے اور یہیں سے بصیرت کا چشمہ پھوٹتا ہے۔ جب یہ میسر آجاتی ہے تو انسان اس ذات کو بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت سے دیکھتا ہے یعنی دل سے دیکھتا ہے یعنی وہ خالق کو اپنے دل میں پاتا ہے اور اسی میں اس کی صفات کا نظارہ کرتا ہے اور اہل دل کہلاتا ہے اور اس کو ہر نقش میں نقوش نظر آتا ہے۔ اور اللہ تعالی کی ہر آیت میں اس کے جمال کا شاہدہ کرتا ہے اور یہ ہے ہمہ اوست کا فلسفہ۔

مشاہدہ جمال

ہر قوی ذات کا اپنا مزاج ہوتا ہے۔اسے اپنی رضا کے تابع نہیں بنایا جاسکتا۔ جہاں قوت کام نہ دے حیلے بہانے بیکار ثابت ہوں تو اعتماد حاصل کرنے کی ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ وہ اس کے سامنے بے بسی کا اعلان کردے۔ یہ اعتراف شکست بسا اوقات انسان کیلئے غایت درجہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس کے اعتراف سے انسان نہ صرف قوی ذات کی دستبرد سے محفوظ ہوجاتا ہے بلکہ اس کے جذبہ رحم و کرم کو اس قدر تحریک ہوجاتی ہے کہ وہ نوازنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

ایک مزدور دن بھر مالک کی خدمت میں لگا رہتا ہے اسے قاعدہ کے مطابق اجرت ملتی ہے لیکن راہ چلتے کسی کریم ذات کی نظر اگر کسی شکستہ حال انسان پر پڑجائے جس کی قوت گویائی بھی جواب دے گئی ہو اور وہ سوال کے قابل بھی نہ ہو تو سخی کا جذبہ کرم ابھر آتا ہے اور وہ اسے اس قدر نوازتا ہے کہ برسوں کی محنت

Marfat.com

مزدوری پر بھی وہ عطا بھاری ہوتی ہے۔دل کی شکستگی ظاہری شکستگی پر فوقیت رکھتی ہے اس لیے عطا کی مورد بنتی ہے۔

قرآن نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس میں وہ سب کچھ موجود ہوگا جس کی تمہارے نفوس آرزو کریں گے۔اور جن چیزوں سے تمہاری آنکھیں لذت یاب ہوں گی۔ لیکن یہاں دل کا ذکر نہیں کیا۔ نفس کے مطالبات اور آنکھوں کی فرحت بخش دینےوالی نعمتوں کے بعد بات ختم ہو گی حالانکہ مملکت وجود میں دل کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ربانی کلام کا مفہوم یہ ہرگز نہیں کہ دل عطا اور بخشش کا مستحق نہیں؟ نہیں بات یہ نہیں۔ ربانی کلام کا مفہوم یہ ہے کہ نفوس اور آنکھوں کو ان کی پسند کی چیزیں عطا ہوں گی اور دل کو مشاہدہ جمال۔ بات کیونکہ دل کی تھی راز بنی رہی۔ نفس اور آنکھوں کی طرح اس کی تشہیر نہیں کی گئی پردے ہی پردے میں ملاقات ہو گی تاکہ غیر دیکھے نہ سن سکے۔

پردہ پوشی

قرآن حکیم میں اللہ تعالی فرماتا ہے

"کیا بندے کیلئے اللہ کافی نہیں"

اس کا جواب عبد کے ذوق و وجدان پر چھوڑ دیا گیا ہے جب عبد معبود کو اپنے لئے کافی سمجھ لیتا ہے تو وہ اس کی ضرورتوں کا کفیل بن جاتا ہے۔اور جب خدا کی ذات سے اس کا بھروسا اٹھ جاتا ہے تو انسان عقل کی رہنمائی میں زندگی کی راہیں طے کرنا شروع کر دیتا ہے اور اس کو راہ میں طرح طرح کی ہزیمتوں اور ذلتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ بامراد ہو کر بھی ناکام رہتا ہے۔

ایک باغی کی تمام کامیابیاں اور کامرانیاں جرم کی حیثیت رکھتی ہیں جو وہ حکومت کے آئین اور قوانین سے انحراف کے بعد لوٹ کا مال فراہم کرنے سے

Marfat.com

حاصل کرتا ہے وہ خود کو کتنا ہی کامیاب کیوں نہ سمجھے مگر حکومت کی نگاہ میں وہ مجرم اور خطا کار ہی ہوگا۔ حقیقی کامیابی وہ ہے جو آئین اور قوانین کے تحت رہکر حاصل کی جائے۔

حکومت کی رضا کے طابع رہ کر ایک سپاہی محاذ جنگ میں زخمی ہونے کے بعد بھی داد کا مستحق ہوتا ہے اور اگر موت واقع ہوجائے تو بھی وہ کامیاب ہی کہلاتا ہے۔ حکومت کی طرف سے اس کو خوشنودی اور رضا کا پروانہ مل جاتا ہے۔

باغی کی راہ پر چل کر اگر کوئی کامیابی حاصل کرے تو وہ عارضی ہوگی۔ اس راہ میں نہ اس کا ضمیر مطمئن رہ سکتا ہے اور نہ ہی اس کو تسکین کی دولت میسر آسکتی ہے۔ جب محاسبے کا ہاتھ آستین سے نکلتا ہے تو پندار کے تمام صنم کدے ویران کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس کے تمام عذر باطل گردانے جاتے ہیں۔

یہ صرف اور صرف اللہ تعالی کی عدالت ہے کہ انسان کسی بھی مرحلے پر گناہ کا اعتراف کر کے عجز کا سرمایہ لے کر جب اس کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ اس کی بخشش و رحمت کا حق دار بن جاتا ہے۔ دنیا کے قوانین اور خدائی قوانین کی فطرت جداگانہ ہے ایک کو سزا دینے میں مزا آتا ہے اور ایک کی معاف کرنا عادت ہے۔ وہ چھوڑنے کے حیلے بہانے تلاش کرتا ہے کیونکہ

رحمت حق بہانہ جوئید

بہا نمی جوید

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے کہ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ بے یارومددگار چھوتا ہے۔ اور یاد رکھو جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ تعالی اس کی حاجت پوری کریگا۔ جو شخص کسی بھائی کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

مسلمان کی پردہ پوشی بھی بہت بڑی عبادت ہے عیب کس میں نہیں

Marfat.com

بے عیب صرف خدا تعالی کی ذات ہے۔ اس لئے اگر کوئی نیک مسلمان غلطی کر بیٹھے تو اخوت ایمانی کا تقاضا ہے کہ اس کو لوگوں کی نظر میں گرانے کیلئے اس کے عیب لوگوں کے سامنے جگہ جگہ بیان نہ کرے بلکہ اس کے عیب پر پردہ ڈالے اللہ تعالی ایسے شخص کے عیوب اور گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔ البتہ اگر کوئی علی الاعلان احکام خداوندی کو توڑتا ہے اور اس کی مقرر کردہ حدود کو پامال کرتا ہے تو اس کی پردہ پوشی نہیں کرنی چاہیے بلکہ ایسے ذرائع استعمال کرنے چاہیں جن کے باعث اس برائی کا قلع قمع ہو۔

پیام تجلی

خدا کی رضا کا معاملہ تو بہت دور کی بات ہے قربانی دیے بغیر تو بندے کی رضا بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک دوست کی رضا حاصل کرنے کیلئے بسا اوقات تو سخت ترین مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور کبھی آبرو لاحق ہونے والے خطرات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

محبت چیز ہی ایسی ہے۔ قربانی چاہتی ہے۔ یہ پودا ہی ایسا ہے جس کی آبیاری کیلئے آرزو اور تمناؤں کا خون درکار ہوتا ہے اس کے بغیر اس پر بہار ہی نہیں آئی۔

پھر جس قسم کی محبت ہو گی اسی نوعیت کی قربانی کا مطالبہ بھی ہو گا۔ محبت کے کچھ مقام تو ہنستے کھیلتے طے ہو جاتے ہیں۔ بعض جگہ مال کی قربانی درکار ہوتی ہے اور بعض جگہ جان کی قربانی کے بعد بھی ذوق کی سیرابی نہیں ہوتی۔

یک جاں چہ کند سعدی ـ مسکین کہ دو صد جاں
سازیم خدائے سگ دربار محمد ﷺ

انسان میں مسکینی بھی محبت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ عقل سرفرازوں کی گردن کو اونچا کر سکتی ہے جھکا نہیں ہو سکتی۔ یہ صرف محبت ہی کا شیدہ ہے کہ وہ ساری

Marfat.com

سرفرازیاں محبوب کی بارگاہ میں قربان کردینے کو باعث فخر سمجھتی ہے۔ عقل کی فطرت میں لوٹنا ہے اور محبت کا شیدہ لٹانا۔ عقل مفاد پرست ہوتی ہے اور محبت مفاد قربان کرتی ہے۔ عقل ہر میدان میں ترازو لے کر بیٹھتی ہے اور چاہتی ہے اس کا پلڑا بھاری ہو۔ اور محبت جان دے کر بھی سودا کرتی ہے اور پھر اس کو کو ستا سمجھتی ہے۔ محبت اپنی فطرت میں پاکیزگی رکھتی ہے اور عقل کے مقدر میں ریب اور شک کے اندھیرے ہوتے ہیں۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنالیتی ہے
عشق بے چارہ نہ زاہد ہے نہ ملا نہ حکیم

اگر دیکھا جائے تو محبت ہی اصل ایمان ہے لیکن یہ زبانی کلامی دعوے قبول نہیں کرتی۔ محبت ہی سے اتباع اور پیروی کا جذبہ ابھرتا ہے جو اصل مقصود ہے۔ جس طرح ہر دعوے کے لئے ثبوت ضروری ہے۔کیونکہ یہ بلا دلیل و ثبوت کے قبول نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح محبت کے دعوے کا ثبوت سید الکائنات کی مکمل تباع سے۔ چلنے پھرنے میں، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے ملنے جلنے میں، اخلاقیات میں، معاملات میں، سیاسیات میں، معاشیات میں، خلوت میں، جلوت میں، بیرونی زندگی میں، گھریلو زندگی میں، غرضیکہ زندگی کے ہر ہر عمل میں ہر ہر حرکت اور سکون میں، ہر ہر لحظے اور لمحے میں سرور کائنات ﷺ کے اسوہ حسنہ اور آپ ﷺ کے معمولات اور تعلیمات کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ جب انسان کی یہ حالت ہوجاتی ہے تو وہ شہادت کیلئے میدان جنگ میں جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ جنگ بدر، جنگ احد کے واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ سچی محبت انسان کو عشق اور عشق قرب خداوندی سے ہمکنار کردیتا ہے اور وہ تجلی سے سرشار وشادمان رہتا ہے۔

Marfat.com

ایمان اور محبت

تکمیل ایمان کیلئے محبت لازمی ہے۔ایمان کے خیابانوں میں اس وقت بہار آتی ہے جب محبت صدیق بن جاتی ہے۔ محبت میں کھوٹ ہو تو ایمان میں کھوٹ ظاہر ہو کر رہتا ہے۔اگر محبت آلائشوں سے پاک ہو تو امتحان کی آگ میں گزر جانے کے بعد ایمان کندن کی طرح چمکتا ہے۔ آلام کی آندھیوں میں اس ایمان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ جس کی اساس محبت پر نہیں ہوتی۔زندگی اس ایمان میں پیدا ہوتی ہے۔ جس کی اساس محبت پر ہو۔ جو محبت کے چشمہ سے فیض یاب ہو۔ جسم کی حیات مادی غذا پر ہے اور دل کی زندگی کا دارومدار محبت پر۔

ایثار محبت کی فطرت ہے عقل کی نہیں۔اپنا گھر اجاڑ کر محبوب کا بول بالا کرنا محبت کا شیوہ ہے۔اصحابہ کرامؓ کے دل محبت سے سیراب تھے۔ اس لئے سب کچھ نثار کرنے کے بعد بھی قربانی کی ہوس باقی رہتی تھی۔ محبت کی خاصیت ہے کہ وہ آگ پر غالب آتی ہے۔ آتش نمرود کو گلزار بنا دیتی ہے۔ جسم اگر اثر پذیر ہو تو احساسات گل و گلزار بن سکتے ہیں۔قدرت محبت کیلئے اپنے قوانین بدل دیتی ہے۔ مگر عقل کے احترام کیلئے کبھی قانون نہیں بدلتے اور نہ ہی عقل کیلئے آتش نمرود گلزار بنتی ہے۔دریا اسے کب راستہ دیتے ہی؟صحرا کی وسعتیں ان کے قدموں کیلئے کب سکڑیں؟محبت جب بھی اصحابہ کرامؓ کے روپ میں تسخیر کیلئے نکلی تو سب کچھ ہوا۔دریا بھی مسخر ہوئے اور پہاڑ بھی تسخیر۔اصل محبت کی تھی۔اصحابہ کرامؓ کی نہ تھی۔ان کی زندگی سراسر ایثار تھی جو محبت کی روح ہے۔

جب انسان میں ایثار نہ ہو تو مفاد پرستی اس کا شیوہ ہو جاتا ہے۔ایسی حالت میں قدرت اپنے قانون کیوں بدلے؟فرشتے اس کی نصرت اور اعانت کیلئے کیوں اتریں؟ان کو آسمان سے زمین پر کھینچنے کیلئے صرف محبت ہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالی کی محبت بندوں کے ذمہ کس قدر متعین ہے یا اللہ تعالی اپنے

Marfat.com

بندوں سے کس قدر محبت چاہتے ہیں۔ خود اس نے "انہ لحب الخیر لشدید" فرما کر ہماری فطرت کی عکاسی فرمادی۔

خلیفہ ثانیؓ کے زمانہ میں کسی جنگ کا مال غنیمت دیکھ کر آپؓ نے فرمایا "مال غنیمت دیکھ کر میرا دل خوش ہوا (یہ محبت کا اظہار تھا) مگر اے اللہ اپنی محبت کو تمام محبتوں پر غالب فرمادے" تو معلوم ہوا کہ محبت شدید بھی جائز ہے اور محبت حبیب بھی۔ یعنی اس کو حبیب بنالینا۔ جیسے ماں باپ کی محبت اولاد کی محبت، کاروبار کی محبت بھی درست ہے۔

حبیب سے یاد آیا کہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں کو حبیب سے خطاب فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (متی الحقنی احبائی) (میں اپنے حبیبوں سے کب ملاں گا) اصحابہ کرامؓ نے عرض کیا کیا ہم لوگ آپ ﷺ کے احبا نہیں (احبا حبیب کی جمع) حضور ﷺ نے فرمایا انتم اصحابی (تم اصحابی ہو) احباوہ ہیں۔ الذین یومنون بعدی ولم یرونی (جو میرے بعد ایمان لائیں گے اور ان لوگوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا) یعنی ہم ان لوگوں میں سے ہیں اللہ تعالی ہمارے نبی ﷺ پر بے شمار رحمتیں اور سلام نازل فرمائے۔ آمین۔ یعنی حبیب کا اطلاق مخلوق کیلئے ہے لیکن احب اور اشد محبت اللہ تعالی کیلئے ہونی چاہیے اور یہی فرمانبرداری ہے۔

مثنوی شریف میں مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں

تام ادچوں برزبانم می رود۔ ہر بن موازعسل جوئے شود

جب اللہ کا نام میرے منہ سے نکلتاہے تو محسوس ہوتا ہے کہ میرے بال بال شہد کے دریا ہوجاتے ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی اس محبت کا مقام کیسے حاصل ہو؟ تو یہ مقام اس وقت حاصل ہوگا جب آپ گوہر حق کو امر حق سے توڑدیں گے۔ یعنی اگر دل پیارا ہوگا تو جب دل کو تکلیف ہوگی تو ہم اللہ کے قانون توڑدیں گے۔ اور اگر حق پیارا ہوگا تو اس کے حکم سے دل توڑدیں گے اور اگر دل احب ہوگیا تو ہم

Marfat.com

گناہوں سے نہیں بچ سکتے۔ معصیت سے بچنے کیلئے ہمیں قانون خداوندی پر عمل کرنا ہوگا یعنی اگر ہمارے دل ٹوٹتے ہیں تو ٹوٹ جاویں۔ فرمان خداوندی نہ توڑا جائے۔ مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ ایک سولہ سالہ لڑکی تم کو نہ صرف پاگل کردیتی ہے بلکہ تمہارا ایمان اور نگاہ دونوں کو خراب کردیتی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ "عورت اگرچہ ناقص العقل ہے لیکن بڑے بڑے عقل والوں کی عقل اڑا دیتی ہے" یہ تمام دنیا کو پاگل کرنے والی جب ساٹھ برس سے تجاوز کرجائے اور اس کی آنکھوں پر سات نمبر کا شیشہ ہو منہ میں دانت ندارد اور لاٹھی لے کر جھکی ہوئی کمر کے ساتھ چلے تو دیکھیں اس سے کون محبت کرتا ہے۔ اس وقت یہ گدھے کے دم سے بھی زیادہ بری معلوم ہوگی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دل کس سے لگایا جائے؟ اس کا جواب ہے اہل دل سے۔ اہل دل کو اہل دل کیوں کہتے ہیں۔ حالانکہ دل انسان حیوان اور کافر کے پاس بھی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اہل دل صرف اور صرف وہ ہیں جو اپنا دل اللہ کو دے دیتے ہیں۔

انسان تو انسان ہوا ان سے زیادہ تو جانور اہل دل ہیں جو اہل دل سے لمحہ بھی دور نہیں ہونا چاہتے۔ اس ضمن میں ہم ایک واقعہ جناب عظمت اللہ صاحب کی زبانی سنایا ہوا تحریر کرتے ہیں۔

"ہمارے ایک مہربان جناب حافظ غلام حسین صاحب جو اس وقت حکومت پاکستان کے ایک اہم دفتر میں ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز ہیں امسال عمرہ پر تشریف لے گئے وہ عظمت اللہ صاحب سے ملے۔ موصوف کے برادر مدینۃ الرسول میں محکمہ صفائی کے ایک آفیسر ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

پاکستان سے ایک نیم مجذوب عمرہ پر آئے وہ مواجہ شریف کے سامنے بیٹھے تھے کہ بلی ان کے پاس آکر بیٹھ گئی جو ان کے دل کو بہت بھائی۔ وہ اس سے پیار فرمانے لگے اور یوں گویا ہوئے۔

Marfat.com

"میں چاہتا ہو تم کو پاکستان لے جاؤں وہاں تم کو گوشت دیا کروں گا۔ دودھ سے تمہاری خدمت کیا کروں گا" یہ واقعہ کئی دن جاری رہا۔ اب وہ بلی کی محبت میں لوگوں سے مشورہ بھی لینے لگے کہ کیا بلی پر کوئی کسٹم تو نہیں۔ اور کیا جہازوالے اس کا کرایہ بھی لیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ اس طرح اس نے بلی کو ساتھ لے جانے کی مکمل تیاری کرلی۔ جب ان کے جانے میں ایک آدھ دن تھا تو سیدالکونین ﷺ نے اس کو زیارت سے نوازہ اور فرمایا کہ ہماری بلی کو نہ لے جانا اس نے ہم سے درخواست کی ہے کہ ہمیں کوئی نہ لے جاوے۔

آخری دن جب موصوف سلام رخصت ادا کر رہے تھے تو بلی جو ایک دودن سے لاپتہ تھی بھی آگئی۔ بلی کی آنکھوں میں چمک تھی جو اس امر کی غمازی کر رہی تھی کہ اس کی درخواست قبول ہو چکی ہے اور اب اس کو کوئی نہیں لے جاسکتا۔

یہ ہے محبت دل کی اہل دل سے۔ بلی کی محبت ہی نے اس کو زیارت رسول سے نوازا (ایں سعادت بزور بازو نسیت) یہی ایمان کامل کی نشانی ہے۔ ایمان کا تکمیلہ اہل دل کو دل دینے سے ہی ہوتا ہے تو کھنا پڑتا ہے۔ محبت ایک آگ ہے جو لگتی نہیں لگائی جاتی ہے۔

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت

اک خانہ بہ خانہ ہے اک سینہ بہ سینہ ہے

سو آگ گھر سے گھر میں لگتی ہے اور محبت کی آگ دل سے دل میں لگتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کو ان دلوں کے ساتھ پیوند کر دیا جائے جو اہل دل ہوتے ہیں۔

اس موضوع کو مزید فعال بنانے کیلئے ہم تصوف کی سب سے عظیم کتاب کشف المحجوب کا سہارا لیتے ہیں جس میں سید ہجویر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

یعنی یقین خاتم الاحوال ہے! اصطلاح تصوف میں اس کا مطلب کسی مخفی چیز کا ایمان کی قوت سے دیکھ لینا نہ کہ حجت اور دلائل سے اس کے وجود کا اقرار کرنا۔ گویا یقین ایمان کی انتہائی شکل ہے۔ یہ وہ حال ہے کہ جس میں ایک مرد مومن اپنے اندر

Marfat.com

شکوک شبہات کی اپنے عمل سے نفی کرتا ہے اور اس نفی کے جذبہ کو اپنے اندر موجزن پاتا ہے۔

یقین کے تین درجے ہیں۔

(۱) علیم الیقین ! جس کا مطلب دنیاوی معاملات کو ان کے احکام کے ساتھ جاننا

(۲) عین الیقین ! جس کا مطلب ہے حالت نزع اور وقت رحلت کا علم

اور تیسرا

(۳) حق الیقین ! جس کا مطلب ہے جنت میں دیدار الہی اور اس کے احوال اور کیفیت کو دیکھ لینا۔

سید ہجویر رحمہ اللہ ان مدارج پر فائز مومنین کے درجات کے بارے میں فرماتے ہیں

علم الیقین عالموں کا درجہ ہے

عین الیقین عارفوں کا درجہ ہے

حق الیقین محبان حق کی فنا کا درجہ ہے

لہذا علم الیقین مجاہدہ ۔ عین الیقین محبت الہی اور حق الیقین مشاہدہ حق سے حاصل ہوتا ہے۔ ان میں اول عام دوئم خاص اور سوئم خاص الخاص ہیں۔ یہ حضرات نامساعد حالات میں بھی خالق کائنات کی مدد اور مشکل کشائی پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کا ایمانِ راسخ ہر قدم پر اس کی گواہی دیتا ہے ہے وہ قادر مطلق اور مالک حقیقی کی مرضی اور رضا کے تابع رکھ کر ہر مشکل سے چھٹکارا پاسکتے ہیں۔

جہاں تک ایمان کا تقاضا ہے تو حقیقت میں توحید کا کمال یہ ہے کہ دل پر توحید کے سوا کسی چیز کا گزر ہی نہ ہو جب انسان کے دل پر توحید کا پوری طرح غلبہ ہوجاتا ہے تو اس کی زندگی کے کسی گوشہ میں بھی توحید کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی اور حقیقت ہے کہ انسان کے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس کے عمل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ عمل سے بڑھ کر کوئی سچا گواہ نہیں ہے۔ عمل ہی دل کے خیالات اور عقائد کا حقیقی ترجمان ہے۔ ناممکن ہے کہ دل میں تو شرک و نفاق

Marfat.com

بھرا ہوا ہو اور عمل مواحدانہ ہو۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں زبانی دعوؤں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ وہ دلوں کے راز کو جاننے والا اور نیتوں کے کھوٹ سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اس کے عقیدہ اور اعمال میں اس کے اقوال افعال میں اس کے اخلاق و کردار میں اس کے معاملات و تعلقات میں یکسانیت ہو۔

خدائی خدمت گار

سورج، چاند، شجر، پہاڑ اور دریا یہ تمام کے تمام خدا تعالی کے مظاہر ہیں۔ اور خدا تعالی کی خدمت گزاری میں مشغول۔ جس کے ذمہ جو خدمت ہے سرانجام دے رہا ہے۔ ہر ایک کا اپنا وظیفہ حیات ہے۔ سورج کے ذمہ ضو باری کی خدمت۔ چاند کو خنکی عطا کرنے کی خدمت۔ ستاروں کو خرام بخشا گیا۔ ان کی گردش بدستور رہتی ہے۔ دریاؤں کو روانی سے کام ہے۔ دنیا کے یہ تمام کارندے اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آفتاب و مہتاب کی گردش رک جائے۔ حرارت اور برودت پہنچانے میں انہوں نے انکار کر دیا ہو۔ طلوع و غروب میں کوئی تبدیلی عمل میں آئی ہو۔

قدرت کا یہ کارخانہ جچے تلے نظام کے تحت چل رہا ہے جس میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں۔ یہ تمام پوری خدمت گزاری اور وفاداری سے اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔ ان میں کسی لغزش کا صدور ممکن نہیں۔

انسان اور تمام مخلوق میں (مخلوق عالم) یہی بنیادی فرق ہے۔ اس کے ذمہ دوسری مخلوق کی طرح کوئی خاص خدمت نہیں مگر تمام خدمات پر معمور ہے۔ یہ سورج کی طرح ضیا پاشی پر بھی معمور ہے اور چاند کی طرح ٹھنڈک پہنچانے کا بھی ذمہ دار ہے۔ اس کو باد بہاری کا خرام۔ پھولوں کی تبسم ستاروں کی دل کشی۔ کوہساروں کی جبروت مندی، شبنم کی خنکی عطا کی ہوئی ہے۔ جو خدمات تمام

Marfat.com

عناصر مل کر ادا کرتے ہیں۔ یہ اکیلا تمام کام سرانجام دیتا ہے۔ کیونکہ اس کو وہ تمام صلاحتیں دی گئی ہیں جو اس کے لئے ضروری ہیں۔ اس لئے کہ یہ زمین پر اللہ تعالی کا خلیفہ ہے۔ جلال نہ ہو تو یہ قہاری کا مظہر نہیں بن سکتا۔ اگر جمال نہ ہو تو یہ غفاری کی شان دکھانے سے قاصر ہے۔ ویسے بھی شاہوں کے دربار میں دو طرح کی مخلوق ہوتی ہے ایک کو نوکر اور دوسرے کو غلام کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ نوکروں کے ذمہ خاص خاص کام ہوتے ہیں مگر غلام کسی بھی خاص خدمت پر معمور نہیں ہوتا۔ بادشاہ جو چاہتا ہے اس سے کام لے لیتا ہے۔ اس کے لئے خدمت گزاری کے اوقات بھی مقرر نہیں ہوتے بلکہ اس کی ہمہ وقت حاضری ضروری ہوتی ہے۔ مالک کا اشارہ پاتے ہی خدمت گزاری میں مشغول ہوجاتا ہے۔ نوکروں کو تنخواہ ملتی ہے لیکن اس کو کوئی تنخواہ نہیں ملتی کیونکہ یہ زرخرید غلام ہوتا ہے۔

مومن بھی اللہ تعالی کے غلام کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کو حضوری میں وہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے جس کا اس کو حکم دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا مال اور جان اللہ تعالی نے جنت کے عوض خرید لیا ہوتا ہے تو اب اس کی مرضی کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔؟

اس کی تخلیق دو چیزوں سے عمل میں لائی گئی ہے۔ ایک تو یہی ظاہری ڈھانچہ جس کو تن یا جسم کہتے ہیں جو ظاہری آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے اور دوسری چیز باطن جس کو ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ اور اس کی حقیقت اسی معنی میں باطن کا ادراک ہے۔ اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اس کا تابع۔ خادم اور لشکر کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ ان سب کا حکمران ہے۔ اور معرفت الٰہی اور جمال خداوندی کا مشاہدہ اس کی صفت خاص ہے۔ تکلیف عبادت ہے تو اس کیلئے۔ اللہ تعالی کا خطاب ہے تو اس سے ثواب۔ اور عذاب کا مستحق ہے تو یہی۔ سعادت اور شقاوت مقرر ہے تو اس کے لئے۔ اور جسم ان تمام امور کا تابع ہے۔ اپنے باطن کی حقیقت

Marfat.com

سے آگاہ ہونا اس کے لئے معرفت الٰہی کی کلید ہے۔اس کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ اس کو پہچانے۔اگر وہ اس بیش بہا موتی کی تلاش میں سر گرداں ہوتا ہے تو فرشتوں کا ہم جنس ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس کا اصل معدن باری تعالی ہے۔وہیں سے آیا ہے اور وہیں جائے گا۔مگراس دنیامیں مشغول رہ کر اپنی بدعنوانیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے خود کو معلوم نہ کرسکا۔(پہچان نہ سکا)اورغلط فہمیوں میں اس قدر کھو گیا اور اس طرح احسن الخالقین کی بجائے اس اپنا لقب خود ہی اسفل سافلین اختیار کیا۔حالانکہ اس کو جس لقب سے نوازہ گیا تھا۔ اس کو چاہیے تھا کہ وہ ہر وقت اس کی یاد میں مشغول رہتا۔ اور اس کے رسول ﷺ کو وسیلہ بنا کر قرب خداوندی اختیار کرتا ہے۔

اللہ تعالی اپنے حبیب ﷺ کا صدقہ تمام مومنین والمومنات، مسلمین والمسلمات کو حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عرش

ہر وہ شخص جو بھلائی کا امیدوار ہو اسے ان لوگوں سے بہتر سلوک کرنا چاہیے۔ جن پر اس کو اختیار دیا گیا ہے۔ دوسروں پر سختی کرنے والا حق تعالی کے کرم کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ رحمتیں ان کا ساتھ دیتی ہیں جن کے دل رحم و کرم کے جذبات سے معمور ہوں۔ دوسروں کے عیبوں پر پردہ پوشی کریں۔زیردستوں کا سہارا بنیں۔انتقام لینے کی بجائے عفوو کرم کے خوگر ہوں۔

ہر مصور کو اپنی بنائی ہوئی تصویر پیاری لگتی ہے۔ہر نقاش کو اپنا نقش عزیز ہوتا ہے۔ نقش کی توہین نقاش کی توہین ہے۔ تصویر کا دشمن مصور کا دشمن گردانا جاتا ہے۔بچہ بھی اپنے ماں باپ کی تخلیق ہوتا ہے۔ اسے غلیظ دیکھ کر ان کا دل کڑھتا ہے اور وہ اسے سنوانے کی فکریں لگتے ہیں۔اگر کوئی اور بچے کو سجاوے اس کو منزہ لباس پہنادے تو وہ بچے کے والدین کا اعتماد ہمیشہ کیلئے جیت لیتا ہے۔ پھر

Marfat.com

اس کے اور بچے کے والدین کے درمیان تفریق نہیں ہو سکتی۔

تخلیق کے ذریعے جو خالق کا قرب حاصل کرتا ہے وہ دائمی ہوتا ہے اور زوال پذیر نہیں ہوتا۔ مضبوط رشتے سے حاصل کیا ہوا قرب ہی محکم اور مستحکم ہوتا ہے۔

عبد اور معبود کا رشتہ بھی بہت مستحکم ہوتا ہے بندہ اپنے مولے کا عظیم شاہکار ہے۔ اس کی تخلیق ہے۔ اس کی تصویر اس نے دل سے بنائی ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ دنیا میں ذلیل ہو، رسوا ہو۔ اس کی عظمتیں جس قدر اجاگر ہونگی صانع کی عظمت اور قدرت اسی قدر ظاہر ہوں گی۔ ہر انسان کو گناہ سے بچانا اور اس کی عظمتوں کے لئے کوشاں رہنا انسان کا فرض اولین ہونا چاہیے۔ اخلاق اور اعمال کی اصلاح طنز اور تعریض کے ذریعے نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے مجسمہ خلق بننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس راہ میں ایثار کام دیتا ہے۔ اس کے بغیر انسان کسی کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ اصلاح کا جذبہ لے کر بھی اٹھے تو مفید ثابت ہونے کی بجائے مضر ثابت ہوگا۔ نفرت کے خم خانوں سے لائی گئی صہبا خواہ کتنے ہی اچھے پیمانوں میں بھر کر بھی اگر پیش کی جائے وہ لذت اور کیف سے محروم ہوگی۔ یہ وہ نتائج پیدا نہیں کر سکتی جو مخلصانہ جذبات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

لوگ زندگی کو مال وزر سے عبارت کرتے ہیں کہ یہ سکون پذیر ہوتی ہے حالانکہ زندگی عبارت ہے آمد وشد سے۔ تاج شاہی پہن کر انسان مسرور و مطمئن نہیں ہوسکتا۔ اطمنان قلب خاص عطیہ ربانی ہے اور وہ صرف ان لوگوں کو میسر آتا ہے جنہیں رحمت خداوندی اپنی نوازشات کیلئے چن لیتی ہے۔

بندہ جب خدا کی رضا کیلئے تکالیف برداشت کرنے کیلئے تیار ہوجاتا ہے تو اسے خانہ قدس کا ایک نشہ عطا ہوتا ہے جو اسے تکالیف محسوس نہیں ہونے دیتا۔ یہی وہ نشہ ہے جو حضرت بلالؓ کو دھکتے ہوئے انگاروں پر سرشار بنائے ہوئے تھا۔ نشے میں جان بھی اگر چلی جائے تو احساس نہیں ہوتا۔ اگر نشہ نہ ہو تو کانٹا بھی چبھن محسوس کرنے پر مجبور کردیتا ہے اور انسان کراہنے لگتاہے۔ اور یاد رکھ کہ نشہ اس

Marfat.com

گھوڑے کو دیا جاتا ہے جو مالک کی رضا کے تابع ہو۔ جو مالک کی رضا کے تابع نہیں ہوتا اس کے مقدر میں چکر ہوتے ہیں اور اس کی تواضع چابک سے کی جاتی ہے۔

آزاد گھوڑے کو سدھارنے کیلئے اس کو کسی تربیت یافتہ گھوڑے کے ساتھ منسلک کر دیا جاتا ہے وہ اس کی حرکات اور مالک کی رضا کے مطابق اس کے افعال دیکھ کر وہ خود کو سنوار لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو اس کو چابک سوار کے بس میں ڈال دیا جاتا ہے جو اس کی صحیح تربیت کرتا ہے۔ اسی طرح ہی ایک انسان کیلئے رہبر کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو اس کے فطرت کے مطابق تربیت دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو انسان انسانیت سے بچھڑ کر دور جا پڑتا ہے۔

زندگی ریت ہے دہکتے ہوئے صحراؤں کی

اس میں چلتے ہوئے انسان کے بچھڑ جاتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ کبریائی خدا تعالیٰ کی ذات کیلئے زیبا ہے بندے کا کام بندگی ہے۔ بندگی کا مقام چھوڑ کر بندہ جب کبریائی کا منصب اختیار کر لیتا ہے تو شداد، فرعون، نمرود، ہامان، قارون، دجال کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے اور بندگی کے مفہوم سے قطعی طور پر ناآشنا رہتا ہے۔ یعنی وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ عبد کا کمال یہ نہیں کہ وہ اپنے معبود کے منصب پر ہاتھ مارنے کی کوشش کرے۔ عبدیت کا اظہار کاملہ ہی اس کو سرفرازیاں عطا کر سکتی ہے۔ کافر مہاتما بننے کیلئے ترک لذت کرتا ہے اور غار اور بیابانوں کی زندگی اختیار کرتا ہے۔ مگر بندگی کے مفہوم سے بے خبر رہتا ہے۔

مومن کی زندگی بندگی کا حصول ہوتا ہے۔ اس لئے تھوڑی عبادت بھی اس کو بندگی کے مفہوم اور معنی سے آشنا کر دیتی ہے۔ عبادت کے وقت مومن پر جو خشوع و خضوع طاری ہوتا ہے اس کی روح جن مستیوں سے سرشار ہوتی ہے وہ کافر کو نصیب نہیں ہوتی۔ عبادت کا لطف اس وقت آتا ہے جب عبد کو اپنے معبود کے قادر مطلق اور رحیم و کریم ہونے کا احساس ہو جاتا ہے۔ اس لئے عبدیت کبری

Marfat.com

کے مفہوم اور معنوں سے آگاہ انسان کامل ﷺ نے یہ تعلیم فرمائی ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرتے وقت یہ احساس ہونا چاہیے کہ وہ اس کی بارگاہ میں کھڑا ہے اور اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ سعادت اگر نصیب نہ ہو تو کم از کم یہی خیال ہونا چاہیے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ کثیف اشیائی کی رویت کا تعلق حواس ظاہری سے ہوتا ہے۔ اس کو دیکھا اور چھوا جاسکتا ہے۔ لیکن لطیف کو صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اسے نہ دیکھا جاسکتا ہے اور نہ چھوا۔

تو دل میں تو آتا ہے عقل میں نہیں آتا
میں جان گیا بس تیری پہچان یہی ہے

خوشبو بھی لطیف ہے۔ اس کو ہماری لطافت ہی محسوس کرتی ہے۔ ذات واجب الوجود کیوں کہ لطیف ہے بلکہ لطیف تر اسی لئے اس کی آمد کا سراغ بھی احساسات سے لگایا جاتا ہے۔ جب احساسات دنیا میں تلاطم برپا ہوتا ہے تو نین برسنا شروع کردیتے ہیں اور آنسوؤں کا نہ منقطع ہونے والا دل دنیا کی حشر سامانیوں کا پتہ دینے لگتا ہے۔ اس وقت سمجھ جانا چاہیے کہ یار آگیا۔ کیونکہ موت کے بعد جب دو بچھڑے ملتے تو آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوجاتی ہیں۔ نماز کو اسی لئے مومن کی معراج کہا گیا ہے کہ طالب و مطلوب کی ملاقات کا وقت ہوتا ہے۔ حسن اور عشق ہم آغوش ہوتے ہیں۔ دوئی مٹ جاتی ہے۔ اور قرب نصیب ہوتا ہے۔ کافر کی عبادت میں لذت ہے نہ سرور۔ ہجر نہ وصال۔ کافر دونوں سے محروم ہوتا ہے اور مومن ایمان کی لذت سے مالامال۔

ایمان کی مثال ایک سلطان ذی شان کی ہے جب ایمان قلب میں داخل ہوتا ہے تو شک وہم بے عملی اور نافرمانی اور بغاوت وغیرہ تمام خش وخاشاک کی طرح اس طرح دل سے نکل جاتے ہیں۔ جیسے طوفان میں۔ خش وخاشاک سیلاب کے آگے آگے ہولیتے ہیں۔ جب یہ کیفیت ہوجاتی ہے تو ایک فانی انسان کا دل

Marfat.com

اللہ تعالی کا عرش اور جمال خداوندی کے مشاہدے کا آئینہ بن جاتا ہے۔
اس وقت عبد عبدیت کی تمام لذتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

حق کی سربلندی

حق مغلوب ہو تو بہت کم طبعتیں اس کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ ہر شخص بلالؓ اور حبیب رومی کا ہم مذاق نہیں ہوسکتا۔ تپش اور گداز کی نعمت تو ایسی نایاب نعمت ہے کہ جو کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ حق کو مغلوب اور مصائب میں گھرا دیکھ کر جو لوگ اس کا ساتھ دینے کو تیار ہوتے ہیں وہ ازل سے عالی حوصلہ لے کر آتے ہیں ورنہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ لوگ ظاہری شان و شوکت دیکھ کر اس جماعت یا گروہ کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں جس سے ان کو فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔ ان کا مفاد کہاں تک محفوظ رکھ سکتا ہے؟ ذاتی مفاد اسی وقت بھول سکتا ہے جب انسان مبتلا ہوجائے اس پر خود فراموشی کا عالم طاری ہوجائے اور ظاہر ہے خود فراموشی ہر ایک کا حصہ نہیں ہوتی وہ خاص ارواح ہوتی ہیں۔ ہر پہاڑ برق تجلی کا اہل نہیں ہوتا اور نہ ہر سینہ جبرائیل امین کا نشیمن۔

برق اسی پہاڑ پر گرتی ہے جسے موسے علیہ السلام کے قدم نوازتے ہیں جس پر طالب دیدار متمکن ہوتا ہے اور جبرائیل علیہ السلام کے جلوؤں کو وہی روح اپنے اندر جذب کرسکتی ہے جو عشق کی مستی سے بہرہ ور ہوتی ہے۔ یہ سب قدرت کے عطیات میں جیسے چاہے نوازدے۔ اگرانسان اپنے دامن میں غلاظتیں سمیٹنے کے بعد خوشبو کی آرزو کرے تو یہ کوشش بے کار ثابت ہوگی۔ خوشبو کی طلب ہو تو غلاظتوں سے کنارہ کش ہونا پڑے گا۔ خیابانوں اور چمستانوں کو مسکن بنانا ہوگا۔ جہاں رنگ برنگ کے پھول کھلتے ہیں غلاظت لے کر اگر باغ میں چلا جائے تو وہ پھولوں سے کب لطف اندوز ہوسکے گا۔ اگر دامن غلاظتوں سے پاک ہو تو خوشبو مزہ دے گی اور روح اس کی کیفیتوں سے لطف اندوز ہوگی۔

Marfat.com

اس ذات سے فیض حاصل کرنے کیلئے اس کی مخالف اور متضاد ذات سے کنارہ کشی کرنا ہوگی۔ سردی اور گرمی، بہار اور خزاں شگفتگی اور پژمردگی۔ رنج اور راحت اضطراب اور سکون، نور اور ظلمت، غم اور خوشی اور اس کی متضاد کیفیتوں سے بیک وقت استفادہ ممکن نہیں۔ دھوپ سے بچنے کیلئے سایہ میں بیٹھنا ہوتا ہے۔ بہار دیکھنے کیلئے فصل گل کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ثواب کی لذت درکار ہو تو گناہ سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔ تنگ وتاریک کمرے کی دیوار توڑ کر اس کو منور کرنا پڑتا ہے۔ دعا کے ذریعے آپ سورج کو کمرے میں بند نہیں کرسکتے۔ جلوؤں کی طلب لے کر اگر کوئی سورج کے سائے میں آجائے تو منور ہو کر رہے گا۔ لیکن یہ مقام اور مرتبہ ہر اک کو نصیب نہیں ہوتا۔ یہاں تو صدیق دل درکار ہوتے ہیں۔ یہاں حقیقت ایمان کے بغیر چارہ نہیں حق کا کمال یہ ہے کہ دل پر تو کسی ماسوا کا گزر نہ ہو۔ جب دل پر توحید کا غلبہ پوری طرح ہوجاتا ہے تو اس کی زندگی کے کسی گوشہ میں بھی توحید (حق) کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی جب یہ کیفیت ہوجاتی ہے تو انسان کے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس کے عمل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ عمل سے بڑھ کر دل کا کوئی سچا گواہ نہیں۔

اس وقت انسان کی اپنی پسند اور ارادہ اللہ تعالی کی پسند اور اس کے ارادہ میں فنا ہوجاتا ہے اور انسان تقدیر الہی پر اعتراض نہیں کرتا بلکہ ہنستا مسکراتا اس کا استقبال کرتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر زہر شربت زخم مرہم اور مصیبت راحت بن جاتی ہے۔ مولانا محمد علی جوہر نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔

ہر حال میں راضی بہ رضا ہو تو مزا دیکھ
دنیا میں ہی بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ

حق تعالی کی سربلندی اسی میں ہے کہ بندے کی تمام قوتیں اوصاف خداوندی کی طلب اور جستجو میں لگی رہیں اور زندگی کی ہر ساعت میں صرف اور صرف اسی کی رضا اور خوشنودی پیش نظر ہو۔

Marfat.com

رضا کی منزل

قدیم زمانہ جاہلیت میں شعرائے عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے ممدوح کی بارگاہ میں پہنچ کر فوراً قصیدہ پیش نہ کرتے تھے جو اونہوں نے ان کی شان میں لکھا ہوتا تھا بلکہ جو کام کرتے تھے وہ یہ کہ اپنی سواری کی کونچیں کاٹ دی جاتی اور تلوار توڑ دیتے۔ ایسا کرنے سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ منزل پر پہنچ کر سامان سفر کی ضرورت نہیں اور نہ ہی حفاظت کی کیونکہ اب سفر ختم ہو چکا ہے اور اپنے ممدوح کے دربار میں پناہ بھی حاصل ہو چکی ہے۔

عارفین حق کا یہ معمول ہے کہ رضا کی منزل میں داخل ہونے کے بعد اپنی خواہشات کے گھوڑے کی کونچیں بھی کاٹ دیتے ہیں اور اپنے اختیارات کی تلوار بھی توڑ دیتے ہیں ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ اب رضا کی منزل میں داخل ہونے کے بعد ان کو لوٹنے کا ارادہ نہیں۔ اب ارادہ اس قادر قیوم ذات کا ہے جس کے حریم جمال کو انہوں نے دارالامان کی حیثیت سے اختیار کر لیا ہے۔ جہاں نہ کسی دشمن کا اندیشہ ہے نہ احتیاج کا غم۔ بس اب امن ہی امن ہے۔

یہ جگہ سوزوزیاں کی ہے نہ کہ قلبی پریشانیوں کی۔ یہ پریشانیاں تو وہاں ہوتی ہیں جہاں میزبان مہمان کی ضرورتوں سے واقف نہ ہو۔ اس کی فطرت میں بخل ہو۔ اسے اپنے خزانے کے سمٹنے کا اندیشہ دامن گیر ہو۔

جب دنیا والوں کا یہ دستور ہے کہ اپنے مہمانوں کی تواضع میں کمال مہربانی شفقت اور فیاضی فراخ دلی سے ثبوت دیتے ہیں تو اس کریم ذات سے کیسے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ رضا کی منزل میں آجانے والے مہمان کو بھوکا، پیاسا رکھے گی۔ اس کے جذبات اور احساسات کی رعایت نہ رکھے گی؟ جب کسی مہمان کو اس کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہو جائے تو اسے کس چیز کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

Marfat.com

ہر میزبان کی نعمتیں اپنے دوستوں کیلئے وقف ہوتی ہیں وہ دشمن کو اپنے گھر میں مہمان نہیں رکھتا اور نہ کوئی اس کی خاطر مدارت کرتا ہے۔ خصوصاً جب معلوم ہو کہ آنے والے کی نیت ٹھیک نہیں اور یہ کہ وہ اس کے دشمن کا گماشتہ ہے۔ ایسے کو دوست بھی نہیں گردانا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن متقیوں کیلئے ہدایت ہے۔ ان ہی پر اسرار و رموز کھلتے ہیں۔ گمراہ انسان نہ تو قرآن کے اسرار و معارف کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی ان پر معرفت کی راہ کھلتی ہے۔

اس کے باوجود بھی بعض گناہ قرب خداوندی کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور بعض نیکیاں انسان کو خدا سے دور کردیتی ہیں۔ جس گناہ کے بعد انسان میں عجز پیدا ہو جائے اور اس کے احساس کی تلخی، ندامت کے آنسوں بن کر آنکھوں سے بہنے لگے اور جو بندے کو مولا کی طرف کردے وہ اس نیکی سے افضل ہے جو بندے میں تکبر غرور پیدا کردے۔ بارگاہ حق میں قبولیت کا درجہ حاصل کرنے والی چیز کبر و غرور نہیں بلکہ بندگی کا وہ احساس ہے جو تمام تر عبدیت اور شکستگی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

خدا تعالی نے کوئی چیز دنیا میں عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کی۔ حق تو حق ہے ہی باطل کا وجود بھی بے فائدہ نہیں۔ انسان جب بہیمی قوتوں سے نبرد آزما ہوتا ہے تو اس کی صلاحیتوں کو انگیخت ہوتی ہے۔ جو حق کی نصرت و اعانت کیلئے اس کے اندر موجود ہوتی ہیں۔ اگر باطل کا وجود نہ ہو تو حق کی صلاحیتوں کو ابھرنے اور نشو نما پانے کا موقع نہ مل سکے۔ جو انسان خدا کا مقرب اور پسندیدہ بننے کا خواہاں ہو اور کوشش یہی کرے اور یہ بھی چاہے کہ اس کی راہ کا ہر کانٹا خود بخود ہٹ جائے اور اسے ہٹانے کی زحمت نہ کرنی پڑے وہ غلط آرزو لے کر رضا کی وادی میں آیا ہے۔

وہ انسان خدا تعالی کی رضا کو کیا سمجھ سکتا ہے جس کے بدن پر خراش تک نہ آئی ہو۔ جس نے خدا تعالی کیلئے احساسات کی کوئی قربانی نہ دی ہو اور اس کی

Marfat.com

آرزوئیں اور تمنائیں پامال نہ ہوئی ہوں۔جذبات اور احساسات کی قربانی کے بعد انسان پر رضا کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے۔رضا کی منزل کا حسن بے نقاب ہو کر اس کے دیدہ دل کو نئی زندگی عطا کرتا ہے۔

جب بندہ مصائب اور آفات میں مبتلا ہوتا ہے تو شروع میں خود ہی ان سے نجات پانے کی سعی کرتا ہے یہاں تک کہ اغیار سے بھی امداد اور اعانت چاہتا ہے۔ جب ان مصائب سے رہائی نہیں پاتا تو پھر پروردگار کی جانب دعا اور آزاری اور حمد وثنا کے ساتھ مائل ہوتا ہے۔اور اس پر خوف ورجا کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔لیکن جب اللہ تعالی اس کی دعا قبول نہیں فرماتا تو وہ تمام اسباب ظاہری وباطنی سے نامید ہوجاتا ہے اس وقت بندہ پر قضا وقدر افعال الٰیہ اور توحید کے اسرار منکشف ہوجاتے ہیں اور اسباب اور تعلقات دنیوی سے فانی ہوجاتا ہے اس وقت وہ صرف افعال الٰیہ پر نظر رکھتا ہے۔کامل تسلیم ورضا کے ساتھ اور ضرورتاً صاحب یقین موحد ہوجاتا ہے۔یقین کے اس درجہ پر اس کا یہ ایمان ہوجاتا ہے کہ اس کا اللہ تعالی کے سوا کوئی فاعل نہیں اور اس کی ذات واحد کے علاوہ ایسی کوئی ہستی نہیں جو حرکت یا سکون، بھلائی یا برائی، نفع یا نقصان، موت یا حیات، عزت وذلت، دولت مندی یا محتاجی، محبت یا بیماری۔ الغرض کوئی بھی چیز دینے یا نہ دینے کی مختار ومجاز ہو۔ اس وقت وہ بندہ قضا وقدرت کے تحت دایہ کے ہاتھ میں شیر خوار بچے کی طرح غسال کے ہاتھ میں میت کی طرح اور جوگان سوار کے سامنے ایک گبند کی طرح ہوجاتا ہے۔ اس وقت وہ مشیت الٰہی کے ساتھ سنتا ہے۔مشیت الٰہی کے ساتھ دیکھتا ہے اور کوئی بات سمجھتا ہے تو مشیت الٰہی کے ساتھ گویا وہ اس کی رضا میں راضی ہوجاتا ہے تو پھر وہ صفات الٰیہ کے ساتھ اپنے ظاہر وباطن کو آراستہ کرتا ہے۔اور منعم حقیقی کی تمام نعمتوں پہ اس کی حمد وثنا کرتا اور شکر بجا لاتا ہے۔ گویا وہ رضا کی منزل پر فائز ہوجاتا ہے۔

Marfat.com

ظاہر و باطن

گلاب کا پھول کسی کمرے میں رکھ دیا جائے تو پوری فضا مہک اٹھے گی۔ غلاظت کی موجودگی میں دماغ پھٹنے لگے گا۔ جس طرح گلاب کی خوشبو سے کیف گیر ہونے کیلئے کتابوں کے ذریعے حاصل کیا گیا علم کام نہیں آتا۔ روح کو معطر کرنے کیلئے گلاب کا پھول پاس ہونا ضروری ہے۔ ایسے ہی ایمان کا علم بھی اس وقت تک حاصل ہوسکتا ہے اور نہ مفید جب تک سینہ ایمان کی دولت سے مالامال نہ ہو۔

یہ ممکن نہیں کہ گلاب کا پھول پاس ہو اور بیٹھنے والے کو خوشبو نہ آئے۔ عین اسی طرح اگر ایمان کی دولت پاس ہو تو اس کے ثمرات شیریں سے دوسرے قریب والے لطب اندوز ضرور ہوں گے۔ اگر پھول میں دوسروں کو متاثر کرنے کی صلاحیت موجود ہے تو کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ ایمان گلاب کے پھول سے بھی کم تر درجہ کی چیز ہے جس میں دوسروں کو متاثر کرنے کی صلاحیت نہیں؟ ہرگز نہیں جس طرح کاغذ کے پھول سے خوشبو نہیں آتی اسی طرح نمائشی ایمان سے بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ دوسروں پر اثر ڈال سکے گا۔ ایمان وہی سودمند ہے جو رگ و پے میں بسا ہوا ہو جیسے حوادث کی آندھیاں متزلزل نہ کرسکیں۔

درخت اگر اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو مومن کو جانچنے کا معیار اس کے اعمال ہیں جہاں اعمال کی دل کشی نظر آئے۔ گفتار میں صداقت، کردار میں جاذبیت و کشش دکھائی دے تو اس کو ایمان کی علامت کہا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا بندگی کے بھی کچھ تقاضے ہیں یا نہیں؟ کیا عمل کی قوت سے محروم ایمان خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کافی ہوسکتا ہے؟ ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کی صفت میں شامل ہو کر ہمیں جو فائدے حاصل ہوسکتے ہیں ان کے حصول کی تگ ودو میں معروف رہیں۔ شمولیت انہی لوگوں کی قابل فخر ہے جو اخلاص کے پیکر ہوں۔

Marfat.com

راہ زندگی

کافر کی زندگی کی تمام ترنگ وتاز دنیوی زندگی کیلئے ہوتی ہے۔ آخروی زندگی کا اس کو کوئی تصور نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے دل میں آخرت کی کوئی امنگ پیدا نہیں ہوتی اور مرتے دم تک دنیا کو سنوارنے میں مصروف رہتا ہے۔

مومن دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتا ہے اس کی نظر آخرت کو سدھارنے پر رہتی ہے۔ اس کے نزدیک دنیا آخرت کا ثمر ہے۔ اپنے فرائض سرانجام دیتے ہوئے اس کا دل اس احساس سے لبریز رہتا ہے کہ اسے ایک دن اس زندگی کو جواب دینا ہے جو وظائف حیات یہاں سرانجام دوں گا اس کا مال اخروی زندگی میں میرے سامنے آکر رہے گا۔

کسان اپنی زندگی میں ہر موسم سے دوچار ہوتا ہے کبھی سردی کی ہولناکیاں اس کے عزم کا امتحان لیتی ہیں اور کبھی گرمی کے سخت تھپیڑے اس کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ برف باری کے مناظر بھی دیکھتا ہے۔ اس کے دل ودماغ پر کبھی ایسی خوفناک کیفیت بھی طاری ہوجاتی ہے۔ جس سے اسے اپنی محنت کا ثمر بھی رائگاں ہوتا نظر آتا ہے۔ اس وقت اس کے دل کی دھڑکن دعا بن کر قاضی الحاجات کو پکارنے لگتی ہے۔ اس کی زندگی امید و بیم کی زندگی ہوتی ہے۔ اس کی نظر خداوند قدوس کی بے پناہ رحمتوں پر مرکوز ہوتی ہے۔ تب کہیں جا کر اسے اپنی محنت کا ثمر خرمن کی صورت میں نظر آتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "دنیا آخرت کی کھیتی ہے"۔ اسی کھیتی میں کام کرنے والوں کو مختلف حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کبھی اس کو دنیا میں امید کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی۔ ایسے حالات میں اس کی نظر قادر وقیوم پر رہتی ہے جو نیست کو ہست اور ہست کو نیست کردینے کی قدرت رکھتا ہے تو اس کی مصیبت کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ تاریکیاں نور میں بدل جاتی ہیں۔ رحمت باراں اس کی ہی معاون اور مددگا

Marfat.com

بنتی ہے جو طوفانوں میں اس کو پکارتا ہے جو ہر حال میں مشکل کشائی کی قوت رکھتا ہے۔

کافر کی نظر محدود ہوتی ہے وہ وسائل کے پس پردہ کارفرما کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگاسکتا۔وسائل موجود ہوں تو وہ خوش وخرم اور ان کی کمی اس کو پژمردہ کردیتی ہے۔مومن کی شان یہ ہے کہ وہ وسائل کی موجودگی میں بھی اس کا شکر گزار رہتا ہے اور غیر موجودگی میں بھی اس کی نظر قدرتِ کاملہ پر رہتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دور کی منزلیں بھی سمٹ کر اس کے قدموں میں آجاتی ہیں۔

بارگاہ جمال

اہل دنیا کی تمام تر توجہ دنیوی مال ومنال کی حفاظت پر مرکوز ہوتی ہے۔جان دے کر بھی وہ مال ضائع نہیں ہونے دیتا ایمان جیسی دولت دے کر بھی اگر یہ سمجھیں کہ مال کی حفاظت ہوسکتی ہے تو اس تجارت کو خسارے کا سودا نہیں سمجھتے۔اہل آخرت کو ایمان عزیز ہوتا ہے۔وہ اس کی حفاظت کرتا ہے جان ومال کا زیاں اس کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ایمان پر آنچ آجائے تو ان کی دنیا تاریک ہوجاتی ہے،ان کا دل صبر وسکون کی دولت سے محروم ہوجاتا ہے۔

ایک عارف کے حالات دیکھ کر کہ یہ مصیبت میں مبتلا ہے کسی نے اس سے اظہار تاسف کیا۔فرمانے لگے۔الحمد اللہ مصیبت میں مبتلا ہوں۔معصیت میں نہیں۔اہل اللہ کے نزدیک مصیبت میں مبتلا ہونا کوئی بات نہیں ہوتی کیونکہ اس سے وہ اجر کے امیدوار ہوتے ہیں اور مصیبت کو تقرب الٰہی کا ذریعہ جانتے ہیں۔اس سے نجات کیلئے وہ بارگاہ صمدیت میں ہاتھ پھیلاتے ہیں۔کیفیت سکون پذیر ہو تو رحمت کی دلیل ہوتی ہے۔صبر کی توفیق اسی کو ملتی ہے جنہیں مصیبت کے ذریعے بندگان خاص میں شامل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

دنیا کے طالب کی نظر خدا پر نہیں ہوتی وہ مال ودولت کا طلب گار ہوتا ہے

Marfat.com

اور اسی آرزو میں زندگی گزار دیتا ہے۔ آرزؤں کے بت متشکل ہو کر اگر سامنے آجاویں تو وہ اس کی پوجا کرنے لگتا ہے۔ اور انہیں معبودوں کی پرشش میں اس کی زندگی بسر ہونے لگتی ہے۔ اور ان کو خدا کی بارگاہ کے سجدوں میں لذت نصیب نہیں ہوتی۔ سجدوں کی لذت تو اس کو نصیب ہوتی ہے جن میں عشق الٰہی کی آگ فروزاں ہو۔ جس میں اس ذات کی طلب ہو۔

دنیا کے غم تو ہر اک کو پریشان کرتے ہیں لیکن عقبے کا غم تو اس دل کو نصیب ہوتا ہے جس کو اللہ تعالی اپنی محبت کے فیوض کیلئے مخصوص کرلیتا ہے۔ ان کو قرب بھی نصیب ہوتا ہے اور جمال کی لذتیں تھی۔ سرمستیاں بھی کیفیتیں بھی۔ اور کیف بارساعتیں بھی۔ یہ سب فیضان جمال کی معجزہ نمایاں ہیں۔ محجوب انسان کو اس بارہ گاہ میں کہاں دخل نصیب ہوتا ہے۔

ایمان کی شان ایک سلطان ذی شان کی ہے۔ جب قلب میں درد ہوتا ہے تو شک و وہم بے عملی، نافرمانی اور بغاوت وغیرہ کے تمام خس خاشاک شبستان قلب سے دور ہوجاتے ہیں اور فانی انسان کا دل اللہ تعالی کا عرش اور جمال خداوندی کے مشاہدہ کیلئے آئینہ بن جاتا ہے۔

یہ ممکن ہی نہیں کہ ایمان کی معرفت کا بادشاہ کسی دل کی بستی میں فاتحانہ انداز میں داخل ہو اور پھر اس کے منافی کوئی چیز اس بستی میں رہ جائے۔ دل کی دنیا پر جب سلطان ایمان کی حکمرانی قائم ہوجاتی ہے تو توکل اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے اور بندہ ہر معاملہ میں اور ہر کام میں صرف اللہ تعالی پر بھروسہ کرنے لگتا ہے۔ رزق۔ رہنمائی اور کارسازی کے معاملے میں اس بندے کی نگاہ کسی اور کی طرف اٹھتی ہی نہیں۔ اور پھر اس کا سر کٹ تو سکتا ہے کسی غیر کے آگے جھک نہیں سکتا۔ کیونکہ غیر اللہ کے آستانوں پر وہی سر خم ہوتے ہیں جو صحیح معنوں میں بارگاہ خداوندی میں خم نہیں ہوتے۔

جس طرح ہر چیز میں کوئی نہ کوئی کشش مزا یا حلاوت ہوتی ہے۔ ایمان میں

Marfat.com

بھی ایک خاص قسم کی حلاوت اور لذت ہے جیسے اس لذت یا حلاوت کا شعور حاصل ہوجاتا ہے وہ انتہائی بے پرواہی سے بڑی سے بڑی چیز کو ٹھکرا دیتا ہے۔ چنانچہ ایسا کئی بار دیکھنے میں آیا ہے کہ ایمان والے مومن نہایت بے نیازی سے مال و دولت کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ بلکہ اگر انسان عزم واستقلال سے کام لے تو ابتلاو امتحان میں بھی صبر کرسکتا ہے بلکہ استعیاب میں ہے کہ جب اصحابہ کرامؓ شام تشریف لے گئے تو انہیں دیکھ کر ایک راہب نے کہا تھا کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے وہ اصحاب جو آوروں سے چیرے گئے اور سولی پر لٹکائے گئے تھے وہ ان مسلمانوں سے زیادہ راہ حق میں تکلیف برداشت کرنے والے نہ تھے۔ یہ تمام کچھ اس لئے تھا کہ ایمان اپنی تمام لذتوں اور حلاوتوں کے ساتھ ان سے قلوب میں داخل ہوچکا تھا۔

Marfat.com

کتب ہائے جن سے استفادہ کیا گیا

(۱) مواعظ و تعلیمات شیخ سیدی امور الحسن رحمہ اللہ

(۲) رسائل جنید رحمہ اللہ

(۳) کشف المحجوب۔ سید ہجویر رحمہ اللہ

(۴) کیمیائے سعادت ۔ امام غزالی رحمہ اللہ

(۵) فتوح الغیب۔ محبوب سبحانی رحمہ اللہ

(۶) راہِ حق ۔ مظہر الدین

Marfat.com

7987

Marfat.com